THE ALHAKAM QADIAN

رجسٹرڈ ایل ۳۲۹۸

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

الحکم

دورِ جدید

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی ✤ دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

بیا در بزمِ مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر ✤ بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب
احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد مجاہد مصری
عرفانی

قیمت سالانہ

والیان ریاست سے مار
حکام و امراء سے صہ
معاونین سے سہ
عوام سے صہ
ممالک غیر سے ۱۲ /

مدینۃ المسیح
قادیان دارالامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷ / ۱۴ / ۲۱ / ۲۸ / تاریخ کو خدا کے فضل اور رحم کیساتھ شائع ہوا۔

جلد ۳۷ | ۱۴ / اپریل ۱۹۳۴ء مطابق ۲۹ / ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ یوم شنبہ | نمبر ۱۳

الحکم کے اجراء پر

حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا اظہار مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مجھے یہ معلوم کر کے بیحد خوشی ہوئی ہے کہ آپ الحکم کو پھر جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے اور اس ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کرے۔ الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں آسے اور بدر کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کیلئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہ چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود کا کیا درجہ سمجھتے تھے اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے ✤ اللّٰھم آمین

خاکسار

مرزا محمود احمد

(خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

(۷ / جنوری ۱۹۳۴ء)

انصار الحکم کا اپنا صفحہ

حضرت والد صاحب قبلہ

حضرت والد صاحب قبلہ اگرچہ حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ اور احباب کی دعاؤں کے طفیل اب بہت اچھے ہیں مگر سچ بات یہ ہے کہ کوئی نہ کوئی عارضہ لگا ہی رہتا ہے۔ باوجود اس کے ان کے عزم اور ہمت کو دیکھ کر مجھے شرم آتی رہتی ہے۔ ابھی چارپائی سے اچھی طرح اُٹھنے کے قابل نہ ہوئے تھے کہ ان کو معلوم ہوا کہ حضرت اقدس نے آپ کا نام بھی وسیرائے کے وفد کے لئے منتخب فرمایا۔ اسی وقت آپ نے اس انتخاب کو اپنی صحت کے لئے ایک مبارک فال یقین کرتے ہوئے وہاں جانا منظور کر لیا۔ اور خدا تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ ان کے ایمان کے مطابق سلوک کیا۔ دہلی میں باوجود اس کے کہ دونوں وقت ایسی غذائیں کھانے کو ملیں جو ایک کمزور اور ضعیف معدے کے انسان کو ہضم ہی نہیں ہو سکتیں۔ مگر خدا تعالیٰ نے ان سب چیزوں کو ممد صحت بنا دیا۔ اور وہاں سے واپس آکر پھر طبیعت گرنے لگی۔ اور طبیعت میں پھر کمزوری عود کر آئی۔ باوجود اس کے مجلس مشاورت میں دن رات بیٹھ کر کام کیا اور حصہ لیا اس نے کمزوری پر مزید اثر ڈالا۔

اسی حالت میں حضرت اقدس کے لائل پور جانے کی تقریب پیش آئی۔ باوجود اسکے کہ طبیعت بالکل سفر برداشت نہیں کرتی تھی مگر فوراً کمر ہمت باندھ کر لائلپور روانہ ہو گئے۔ یہ ہمت یہ عزم اور یہ ایمان بہت کم لوگوں میں نظر آتا ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس بوجھ کا کمزور طبیعت پر کچھ نہ کچھ اثر ضرور پڑتا ہے۔ اسلئے میں احباب سے درخواست کروں گا کہ وہ ہمیشہ ان کو اپنی دعاؤں میں خاص طور سے یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اس بابرکت وجود کو دیر تک سلامت و توانا رکھے۔ آمین

الحکم مفت

ڈاکٹر عبد السمیع صاحب اسسٹنٹ سرجن قادیان نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ ایک ایسے شخص کے نام مفت پرچہ جاری کرانا چاہتے ہیں۔ جو واقعی الحکم کی قیمت نہ دے سکتا ہو۔ اور یہ عہد کریگا کہ سیرت مسیح موعود اور ملفوظات وغیرہ اہم مضامین پڑھ کر دوسروں تک پہنچائے گا۔ کوئی مفلس اور مخلص احمدی اسکے لئے درخواست کر سکتے ہیں۔

دوبارہ یاد دہانی

خاص نمبر کے متعلق ابھی تک احباب میں احساس نہیں وہ شاید یہ سمجھتے ہیں کہ جب یہ نمبر شائع ہو جائے گا۔ تو ہم منگائیں گے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس طریق میں تبدیلی کی جائے۔ احباب اس کے لئے قبل از وقت اطلاع دیں تاکہ اس اندازہ کے موافق اسے شائع کیا جائے۔ صرف کسی اُمید پر ایک بہت بڑی تعداد میں چھپوا کر رکھ چھوڑنا مجھے پسند نہیں۔ اب چونکہ وقت کم ہو رہا ہے احباب کو چاہیئے کہ وہ اپنی جماعتوں میں تحریک کر کے اس کی تعداد سے اطلاع دیں۔ جو وہ خریدیں گے۔ الحکم کے خریداروں اور معاونین سے بھی التماس کرتا ہوں کہ وہ جلد سے جلد اپنی منشاء سے اطلاع دیں۔ اسلئے کہ اب میں اس کام کو شروع کر دینا چاہتا ہوں تاکہ ۲۱ مئی ۳۴ء کو ایسے وقت شائع ہو جائے کہ ۲۶ مئی ۳۴ء کو تمام احباب کی خدمت میں پہنچ جائے۔

اسی سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ سے التماس کرتا ہوں کہ وہ حضرت اقدس کی زندگی کے متعلق کوئی ایسا واقعہ جو اب تک شائع نہ ہوا ہو اور انھیں معلوم ہو۔ یا آپ کا کوئی مکتوب جو ان کے پاس ہو اور شائع نہ ہوا ہو وہ اصل یا صحیح نقل مجھے بھیجدیں تاکہ شائع کر دیا جاوے۔

ایسا ہی جماعت کے شعراء کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے کسی واقعہ کو نظم کریں۔ اور خاص نمبر کی اشاعت کے لئے روانہ کریں۔ خصوصیت کے ساتھ حضرت ثاقب مرزاخانی اور حضرت گوہر رامپوری۔ مختار شاہجہانپوری۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری اور عزیز مکرم مولوی محمد احمد صاحب کیو دہلوی کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ جلد از جلد اس ضروری کام کی طرف توجہ کریں۔ میں بہت اس کام کو شروع کرنے کا عزم رکھتا ہوں وباللہ التوفیق

نعت خاتم المرسلین

از خان ذوالفقار علی خان صاحب گوہر آف رامپور

آقا میرا خاتم النبیین　قرآں نے کہا ہے جسکو یٰسین
وہ نور ازل کا برگزیدہ　آغوش خدا میں پروریدہ
جس دوش پہ حمد کا لوا ہے　وہ دوش تو دوش مصطفےٰ ہے
ہے قائد اعظم انبیاء کا　سردار خدا کے اولیاء کا
وہ سید و فخر اولیں ہے　وہ مایہ ناز آخریں ہے
غمخوار وہ ہر فقیر خستہ کا　رہبر ہر سرخ و سیہ کا
وہ فیض عطا میں ہے یگانہ　خورشید و زمین و ہر زمانہ
وہ رحمت عالمین بن کر　دنیا میں ہوا ہے فیض گستر
ہر قوم میں اس کا فیض جاری　ہر ملک میں اس کا نور ساری
وہ امن و سلامتی کا حامی　انساں کے عروج کا پیامی
وہ مامن راعی و رعایا　مظلوم کا بیکسوں کا ملجا
عاشق وہ سداد و راستی کا　دروازہ ہے صلح و آشتی کا
وہ مخزن علم و حکمت و فن　وہ ظلمت و جہل کا ہے دشمن
گونگوں کو زبان دینے والا
بہروں کو وہ کان دینے والا

سینوں میں وہ نور بھرنیوالا　اندھوں کو بصیر کرنیوالا
افسردہ دلوں کی دی بحالی　مردہ دنیا میں جان ڈالی
غمگین کئے شادکام اُسنے　آزاد کئے غلام اُس نے
توڑی زنجیر ہر غلامی　بخشی حریت دوامی
جو تھے صدیوں سے وقف نسیاں　بخشے وہ سب حقوق انساں
وہ دوستوں کا رفیق غمخوار　دشمن کے حقوق کا نگہدار
آقا تھا غلاموں کا نگہباں　شاہی میں تھا بیکسوں کا درماں
شاہانِ جہاں پہ اُسکی ہیبت　حیران کن عقل اُسکی حکمت
اخلاق اُسکے خدا کے اخلاق　تہذیب میں بھی تھا ننگ اشتغاق
تعلیم میں اُسکی خیر و احساں　الطاف پہ اُسکے جان قرباں
ہو سکتا نہیں خدا کا پیارا　وہ جو نہیں مصطفےٰ کا پیارا
اے شاہ اُمم فدا ہو تجھ پر　ناچیز غلام تیرا گوہر
تسکین دوام تیری بعثت　نور ابدی تیری شریعت
بس انتہا ہے منتہائے عرفاں
پہچان لے تیرا رتبہ انساں

انصار الحکم

گذشتہ ہفتہ خاندان نبوت کے مختلف ممبروں کی اعانت کا تذکرہ الحکم میں کیا جا چکا ہے۔ اس ہفتہ حضرت صاحبزادہ میرزا شریف احمد صاحب کی حرم سے دفتر الحکم کو دس روپے عنایت ہوئے ہیں۔ جن میں پانچ روپیہ الحکم کی قیمت اور پانچ روپیہ بطور چندہ اعانت۔ جزاہم اللہ احسن الجزا

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

احباب کپورتھلہ کی زبان سے

(۱)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ:-
جیٹھ کا مہینہ تھا۔ گرمی سخت تھی۔ ہم دار الامان میں حضرت کے حضور حاضر تھے۔ واپس جانے کے لئے اجازت لیتے وقت منشی اروڑے خان صاحب نے عرض کیا کہ حضور اس قدر پانی ہو کہ نیچے بھی پانی اور اوپر بھی پانی ہو۔ میں نے بے تکلفی سے عرض کیا کہ حضور! یہ دعا ان کے لئے مانگی جاوے۔ آپ نے فرمایا کہ

خدا قادر ہے

ہم اجازت لے کر روانہ ہوئے۔ ابھی جوہڑوں کے گھروں سے باہر ہی نکلے تھے کہ یکایک ایک بادل اٹھا۔ اور بارش شروع ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد موسلا دھار کی صورت ہو گئی۔ اور پانی ہی پانی ہو گیا۔ یکہ الٹ گیا۔ اور منشی اروڑے خان صاحب نالی میں جا پڑے۔ میں اور محمد خان بچ گئے۔ منشی صاحب کو اپنی غلطی پر افسوس تھا۔ اور کہتے تھے کہ میں نے **ایسی دعا کیوں منگوائی؟**

منشی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ایک نشان قبولیت دعا کا تھا۔ ادھر منشی صاحب نے اظہار خواہش کیا اور آپ نے فرمایا خدا قادر ہے۔ اور وہ دعا قبول ہو گئی۔ اور منشی اروڑے خان صاحب نے نیچے اوپر پانی کا مزا چکھ لیا۔

(۲)

ایک مرتبہ میں اور منشی اروڑے خان صاحب قادیان آئے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے اپیل نویس ہی رہنے دینا ہے؟ فرمایا اس میں آزادی ہے پھر فرمایا کہ آپ منشی اروڑے خان صاحب کی جگہ ہو جائیں اور وہ اور جگہ چلے جاویں۔

گو آپ نے سرسری طور پر یہ فرمایا۔ مگر خدا تعالیٰ نے آپ کی منہ کی بات کو پورا کر دیا۔ منشی صاحب مرحوم نائب تحصیلدار ہو گئے۔ اور میں ان کی جگہ سررشتہ دار ہو گیا۔

(بظاہر یہ بات سرسری نظر آتی ہے۔ لیکن اس کی تہ میں ایک حقیقت ہے۔ ان مردان خدا کی زبان میں ایک ایسا اثر اور قبولیت ہوتی ہے کہ اس کے عجائبات دنیا کو حیران کر دیتے ہیں۔ اور اسی لئے حضرت رومی صاحب فرماتے ہیں ؎

گفتہ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

(عرفانی)

(۳)

جب میں سررشتہ دار ہو گیا اور منشی میں کام کرتا تھا۔ تو ایک دفعہ مسلیں وغیرہ بند کر کے قادیان چلا آیا۔ تیسرے دن میں نے اجازت چاہی تو فرمایا ابھی ٹھہریں۔ پھر عرض کرنا مناسب نہ سمجھا کہ آپ ہی فرمائیں گے۔ اس پر ایک مہینہ گذر گیا ادھر مسلیں میرے گھر میں تھیں کام بند ہو گیا اور سخت خطوط آنے لگے۔ مگر یہاں یہ حالت تھی کہ ان خطوط کے متعلق وہم بھی نہ آتا تھا۔ حضور کی صحبت میں ایک ایسا لطف اور محویت تھی کہ نہ نوکری کے جانے کا خیال تھا۔ اور نہ کسی بازپرس کا اندیشہ۔ آخر ایک نہایت ہی سخت خط وہاں سے آیا۔ میں نے وہ خط حضرت کے سامنے رکھدیا۔ پڑھا اور فرمایا لکھدو کہ

ہمارا آنا نہیں ہوتا

میں نے وہی فقرہ لکھدیا۔ اس پر ایک مہینہ اور گذر گیا۔ تو ایک دن فرمایا کتنے دن ہو گئے؟ پھر آپ ہی گننے لگے اور فرمایا اچھا آپ چلے جاویں۔ میں چلا گیا اور کپورتھلہ پہنچ کر لالہ ہرچند اس مجسٹریٹ کے مکان پر گیا۔ تاکہ معلوم کروں کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ انھوں نے کہا منشی جی! آپکو مرزا صاحب نے نہیں آنے دیا ہوگا۔ میں نے کہا کہ ہاں! تو فرمایا

ان کا حکم مقدم ہے

نوٹ:- اس واقعہ سے جہاں منشی صاحب کے اخلاص کا اظہار ہوتا ہے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توجہ اور تصرف کا بھی پتہ ملتا ہے۔ اور یہ بھی کہ آپ اپنے مخلص خدام کو کس حد تک چاہتے تھے کہ آپ کی خدمت میں حاضر رہیں۔ منشی صاحب نے اس بات کی پروا نہیں کی کہ سرکاری کام سے غیر حاضری کا کیا انجام ہوگا؟ اور حضور کے ارشاد کی تعمیل میں اپنی سعادت اور دنیا کی ساری راحتیں اور مفاد یقین کرتے تھے۔ اور باوجود بے تکلفی کے اس قدر رعایت ادب کہ جب ایک مرتبہ فرما دیا کہ ابھی ٹھہریں تو پھر اجازت نہ مانگی۔ اور جب تک خود اپنی زبان سے حضرت نے نہ فرمایا کہ اب آپ چلے جاویں۔ حاضر دربار رہے۔ یہی وہ چیزیں تھیں جن کے باعث ان لوگوں کو خدا سے بشارت ملی اور حضور نے فرمایا کہ

تم بہشت میں میرے ساتھ ہو گے (عرفانی)

(۴)

ایک مرتبہ میں کپورتھلہ کے ایک مشہور کاریگر سے ایک نہایت سبک اور خوبصورت جوتا بنوا کر لایا۔ اور حضرت ام المومنین کی خدمت میں پیش کیا۔ مگر سوئے اتفاق سے وہ حضرت ام المومنین کے پاؤں میں ٹھیک نہ آیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میری دل شکنی کے خیال سے اسے واپس کرنا پسند نہ فرمایا اور خود پہن لیا۔

(نوٹ ... [illegible]) صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ کے متعلق پیش آیا تھا۔ انھوں نے اپنا ایک بنات کا کوٹ اپنے ایک عزیز سید محمد سعید کے لئے بھیجا۔ مگر اس نے اس کے پہننے سے انکار کر دیا کہ یہ اترن ہے۔ حضرت اقدس کو جب معلوم ہوا تو آپ نے لانے والے کو کہا۔ کہ لاؤ میر صاحب کو کہدو کہ ہم نے لے لیا۔ اور ہم پہن لیں گے۔ اصل یہ ہے کہ خدا کے مرسل ایک عملی ضابطہ اخلاق لے کر آتے ہیں۔ آپ ہر قسم کے تکلفات سے ارفع شان رکھتے تھے۔ کبھی آپ کو یہ خیال بھی نہ گزرتا تھا کہ کس قسم کا لباس آپ زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ بٹن کہیں کے کہیں لگے ہوتے ہیں۔ یہی حال جوتے کا تھا۔ چونکہ منشی صاحب اخلاص و ارادت سے لائے تھے آپ نے پسند نہ فرمایا کہ ان کے جذبات کو ذرا بھی صدمہ ہو۔ جب آپ نے اس جوتے کو پہن لیا تو لازماً منشی صاحب کی خوشی اور مسرت کی انتہا نہ رہی۔ (عرفانی)

(۵)

ایک مرتبہ میں حاضر خدمت ہوا۔ آپ اوپر تشریف رکھتے تھے۔ میں وہاں ہی چلا گیا۔ وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ایک بوریئے پر تشریف فرما ہیں۔ مگر جب میں حاضر ہوا تو جلدی سے باہر جا کر ایک چارپائی اٹھا کر اندر لانے لگے۔ تاکہ میں اس پر بیٹھوں۔ میں دوڑ کر گیا اور عرض کیا کہ حضور میں اسے اٹھاتا ہوں فرمایا

نہیں وزن دار ہے آپ سے نہیں اٹھائی جائیگی

میں اصرار کرتا تھا آپ انکار۔ آخر میں نادم ہو کر چپ ہو رہا۔ چارپائی اندر لائی گئی اور بچھا کر فرمایا

آپ اس پر بے تکلف بیٹھ جاویں مجھے یہاں آرام ہے

میں تعمیل ارشاد کی نیت سے بیٹھ گیا۔ اور میں نے گھڑوں کی طرف دیکھا کہ کوئی گلاس ہو تو اٹھ کر پانی پی لوں۔ آپ نے فوراً محسوس کر لیا اور فرمایا کہ میں نیچے سے گلاس لاتا ہوں۔ چنانچہ آپ نیچے تشریف لے گئے۔ اور گلاس لے آئے۔ پھر فرمایا ذرا ٹھیرو۔ دو بوتلیں خاص شربت کی آئی ہیں۔ اور میں نے منت مانی تھی کہ پہلے کسی دوست کو پلائیں گے۔ میں لاتا ہوں۔ آپ وہ بوتلیں لائے اور مجھے شربت بنا کر دیا۔ میں نے عرض کیا کہ متبرک کر دو۔ اور آپ نے منہ لگا کر دے دیا۔ میں نے شربت پیا وہ تو عمدہ تھا ہی۔ مگر حضرت نے جس شفقت اور محبت سے دیا تھا۔ اس کی تو شان ہی نرالی تھی۔ میں نے اس کی تعریف کی فرمایا کہ:-

ایک بوتل آپ لے لیں اور دوسری بوتل دوسرے دوستوں کو پلادو۔

(نوٹ) حضرت کے اخلاق الرام ضیف کا نمونہ دیکھو

کہ اپنے ایک خادم کے لئے خود چارپائی اُٹھا کر لاتے ہیں اور آپ بوریئے پر بیٹھے ہوئے اسے بے تکلفی سے بیٹھنے کا ارشاد فرماتے ہیں۔ یہ ایک واقعہ نہیں کثرت کے ساتھ اس قسم کا اتفاق ہوا ہے اور خاکسار عرفانی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ آپ زمین پر بیٹھے ہیں۔ اور خدام چارپائی پر یا کسی دوسری اونچی جگہ پر۔ خدام کی تواضع کے لئے بارہا خود شربت یا چاء یا دوسری چیزیں اُٹھا کر لاتے ہیں ان میں کبھی آپ تامل ہی نہ فرماتے تھے۔ نہایت سادگی اور بے تکلفی سے اس قسم کا کام کرتے تھے۔ جس سے خدام پر ایک ایسا اثر ہوتا تھا۔ جو کبھی زائل نہیں ہو سکتا تھا۔

خاکسار عرفانی بھی اس کا لطف اُٹھا چکا ہے۔ اور اب تک اس کی یاد دل میں چٹکیاں لیتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بچے تھے مجھے حضور نے یہ عزت بخشی کہ میں آپ کو بعض مضامین پڑھایا کروں۔ اس غرض کے لئے مجھے بلایا گیا۔ اور حضرت کو میرے سپرد کر دیا۔ میں مسجد مبارک میں بیٹھا صاحبزادہ صاحب کی تعلیمی حالت کا اندازہ کرتا تھا۔ کہ کیا دیکھتا ہوں کہ حضور چاء بسکٹ ایک ٹرے میں رکھے ہوئے لے کر آ رہے ہیں۔ میں تو اس شفقت اور ذرہ نوازی پر شرمندہ ہو گیا اور حضور سے آپ ہو کر عرض کیا حضور نے کیوں تکلیف فرمائی فرمایا کوئی تکلیف نہیں اُستاد کی خدمت کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ (ع عرفانی)

(۶)

ایک مرتبہ ایک مولوی قادیان میں تحقیق حق کے خیال سے آیا۔ چھوٹے سے قد کا تھا۔ بارہ نمبردار اس کے ساتھ تھے۔ وہ بحث نہ کرتا تھا۔ بلکہ خود اپنے نقطہ نظر سے حالات کو دیکھتا تھا۔ میں حضرت کے قریب رہتا تھا۔ رات کو وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ایک بات پوچھتا ہوں۔ اگر آپ سچ سچ بتا دیں اعتقاد کا خیال نہ کریں۔ عربی زبان میں جو حضرت کتابیں لکھ رہے ہیں۔ ان کی تصنیف میں مدد دینے کے لئے کچھ لوگ ہوں گے۔ جو رات کو مدد دیتے ہوں گے؟ میں نے کہا کہ ہاں دو آدمی ہیں جو آپ کو مدد دیتے ہیں ایک کا نام مولوی محمد معین الدین ہے اور دوسرے کا نام مولوی محمد چراغ۔

حضرت کے میں اسقدر قریب تھا کہ میری آواز وہاں تک بخوبی پہونچتی تھی۔ حضرت نے جب یہ سُنا تو بے اختیار ہنس پڑے۔ میں نے سمجھا کہ بات آئی گئی ہو گئی۔ دوسرے دن جب عصر کے بعد حضرت مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ فرمایا منشی جی! ان علماء کو دکھا بھی تو دو۔ میں نے دونوں کو بلا کر سامنے کر دیا۔ اور اس سے ایک بڑا لطف مجلس میں پیدا ہو گیا۔ وہ ایک بڑا خوان شیرینی کا لایا۔ اور عرض کیا کہ میری تسلی ہو گئی۔ میری بیعت قبول فرمائی جائے۔ حضرت نے اس کی اور اسکے ہمراہیوں کی بیعت لے لی۔ اور ہنس کر فرمایا کہ یہ شیرینی منشی جی کو دو کہ وہ ہدایت کا موجب ہوئے ہیں۔

(نوٹ) حضرت منشی صاحب نے جن دو مولویوں کا نام مذاقاً لیا تھا۔ ان میں سے ایک حافظ معین الدین تھے۔ جن کے حالات زندگی الحکم میں شائع ہو چکے ہیں۔ محمد چراغ جس کو کہا گیا وہ چراغ خاں ہی ایک [illegible]

جوان ایام میں حضرت کی خدمت میں رہتا تھا آٹھ نو برس کی اس کی عمر تھی۔ اور گھر کے چھوٹے موٹے کام کرتا تھا پڑھا لکھا کچھ نہ تھا۔ جواب تک زندہ ہے اور مدرسہ احمدیہ میں چپراسی ہے۔ (عرفانی)

منشی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت کے بے شمار نشانات دیکھے ہیں۔ اور بعض تو ایسے ہوتے تھے کہ چند گھنٹوں یا منٹوں میں ان کا ظہور ہو جاتا تھا۔ ایسے ہی نشانات میں سے ایک وہ نشان تھا جو حضرت منشی اروڑے خاں صاحب کے نیچے اوپر پایا گیا تھا۔ ایک اور کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

(۷)

ایک مرتبہ ایک عورت اپنا ایک مریض لڑکا لیکر آئی حضرت نے اسے دیکھا۔ اور فارسی زبان میں ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو جو اسوقت یہاں موجود تھے فرمایا کہ اس کے دونوں پھیپھڑے خراب ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے سینہ میں آلہ وغیرہ لگا کر دیکھا اور عرض کیا کہ حضور! اس کے پھیپھڑے تو بالکل درست اور صحیح و سلامت ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ رات کے دس بجے تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ ساڑھے نو بجے کے قریب اس کا انتقال ہو گیا۔

(نوٹ) حضرت اقدس میں انسانی ہمدردی بے انتہا تھی۔ اور دوسروں کے آرام کے لئے آپ ہر قسم کا ایثار کرتے تھے۔ مگر بعض اوقات اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں قضاء و قدر کے واقعات کا ایسا علم دیتا تھا کہ جن کا ظہور فوراً ہو جاتا تھا۔ اور وہ کسی تکلف یا بناوٹ کا نتیجہ نہ ہوتا تھا۔ بلکہ جماعت کی ایمانی تربیت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فضل اور رحم ہوتا تھا۔ (عرفانی)

عبد الغفور خان شہید

یہ خبر نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ سلسلہ کا ایک نہایت مخلص نوجوان اور ایک احمدی گھرانے کا روشن چراغ کسی ظالم قاتل کے ہاتھ سے شہید کر دیا گیا۔ یہ نوجوان عبد الغفور خان تھا جو ملک عادل شاہ صاحب رئیس و پریزیڈنٹ انجمن احمدیہ ترنگ زئی ضلع پشاور کا صاحبزادہ تھا مجھے مرحوم کے ساتھ ایک ذاتی تعلق تھا۔ مرحوم غالباً ۱۹۲۶ء یا ۱۹۲۷ء میں اپنے دوسرے حقیقی بھائی محمد عمر خان کے ساتھ قادیان میں مذہبی تعلیم کے لئے آیا تھا۔ مرحوم کی اور اسکے بھائی کی تعلیم کا ایک حصہ میرے سپرد تھا۔ مرحوم باوجود اسکے کہ ایک بڑے باپ کا لڑکا تھا بڑا انیک اور فرمانبردار تھا۔ میں نے کبھی اس کی طبیعت میں جوش یا خود پسندی یا تکبر نہیں دیکھا تھا۔ مرحوم کی ذات سے توقع تھی کہ وہ سلسلہ کا ایک اچھا خادم ہو گا چنانچہ جب تک وہ زندہ رہا وہ ایک مخلص اور جانثار خادم رہا ــــ جہاں تک حالات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کسی شخصی عداوت کیوجہ سے اسے شہید نہیں کیا گیا۔ بلکہ احمدیت کیوجہ سے شہید کیا گیا ہے سچ یہی کہ وہ احمدیت پر قربان ہو کر اپنے قاتل کو بتلا گیا کہ احمدیت کے پروانے یوں قربان ہوا کرتے ہیں۔ اس حادثہ کے واقعات یوں بیان کئے جاتے ہیں:۔

عبد الغفور خان اپنے املاک موضع غزگی پانڈھ میں رہتے تھے۔ جو ترنگ زئی سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ ترنگ زئی وہ جگہ ہے جہاں مرحوم کے والد عادل شاہ رہتے ہیں۔ اس دن مرحوم ترنگ زئی گئے ہوئے تھے مرحوم کی غیر حاضری میں قاتل غزگی میں آیا اور اس نے خادموں سے پوچھا کہ خان کہاں ہے۔ خادم نے بتلایا کہ خان ترنگ زئی گئے ہیں [illegible]

شام کو واپس آئے گا۔ یہ جواب سُن کر قاتل وہیں مسجد میں ٹھہر گیا مغرب کی نماز کے وقت عبد الغفور خان واپس آ گئے۔ السلام علیکم اور مزاج پرسی کے بعد قاتل سے دریافت کیا کہ کس کے مہمان ہو۔ قاتل نے کہا کہ حجرے کا مہمان ہوں۔ سرحدی قاعدے کے مطابق جو شخص جس حجرے کا مہمان ہو وہ اس صاحب حجرے کا مہمان سمجھا جاتا ہے چنانچہ عبد الغفور خان نے اسے اپنا مہمان بنا لیا۔ اور اس سے پوچھا کہاں سے آئے ہو کیا نام ہے قاتل نے اپنا نام قادر خان بتلایا اور کہا کہ میں دلدار گڑھی کا رہنے والا ہوں۔ دلدار گڑھی ایک ایسی جگہ تھی جہاں ملک عادل شاہ صاحب کے بہت سے دوست رہتے تھے۔ اسلئے کسی شخص کو وہم بھی نہیں جا سکتا تھا کہ کوئی دشمن ہو گا

چونکہ نماز وقت قریب تھا۔ قاتل نے اپنی دوستی کا یقین دلانے کے لئے مغرب کی نماز مرحوم کے ساتھ پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر مرحوم نے کہا کہ چلیئے حجرہ میں چلیں۔ قاتل مرحوم کے ساتھ حجرے میں آیا۔ حجرے میں آ کر عبد الغفور خان نے اپنے ایک ملازم کو کہا کھانا تیار کرو۔ مرحوم قاتل کے ساتھ ایک ہی چارپائی پر بیٹھ گیا۔ اور اسطرح سے اپنی مہمان نوازی کی داد دینے لگا۔

تھوڑی دیر بعد دوسرے نوکر سے کہا کہ مہمان کو حقہ پلاؤ۔ یہ کہہ کر خود پیشاب کے لئے گئے۔ جب مرحوم واپس آیا تو قاتل اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ میں روٹی نہیں کھاؤں گا اگر پلاتے ہو تو سبز چائے پلاؤ۔ مرحوم نے کہا کہ بہت اچھا اس کا بھی انتظام ہو جاتا ہے۔ مرحوم ابھی کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ قاتل نے دو تین قدم ہٹ کر پستول کے دو فائر مرحوم پر کر دیئے۔ پہلی گولی بائیں پستان کے نیچے لگی اور دائیں پسلی کو چیرتی ہوئی نکل گئی۔ اس صدمہ سے مرحوم دوسرے دن صبح ۱۴ر مارچ کو اس جہان فانی سے دار البقا کو سدھار گئے

اناللہ وانا الیہ راجعون

عبد الغفور خان کی عمر اسوقت ۲۶ یا ۲۷ سال کی تھی عنقریب شادی ہونیوالی تھی۔ وفات سے قبل پولیس نے دریافت کیا کہ کسی پر شک ہو تو بتلاؤ مگر مرحوم نے اسوقت جو کچھ کہا وہ اس کی زندگی کا آئینہ ہے۔ کہا "میری کسی سے دشمنی نہ تھی۔ جس نے مجھے مارا ہے میں اُسے شناخت کر سکتا ہوں۔ میں نے کسی سے کسی قسم کی بُرائی نہیں کی"

اگر کوئی اور دنیا دار ہوتا وہ متعدد اشخاص کے نام لے دیتا۔ مگر مرحوم نے اپنے بیان میں ہر طرف سے شکوک کو کالعدم کر دیا۔ چونکہ دشمنیوں کی جڑھ بُرائیاں ہوتی ہیں ان کے متعلق بتلایا کہ میں نے کبھی کسی سے کسی قسم کی بُرائی نہیں کی۔ اس سے اس شخص کی زندگی پر گہری روشنی پڑتی ہے

مرحوم کو تبلیغ کا بہت جوش تھا وہ بے خوف و خطر اور بے دھڑک تبلیغ کے لئے پھرتے رہتے تھے۔

ان کے گاؤں میں لوگوں کو اس قدر صدمہ اس حادثہ کا ہوا کہ سب غیر احمدی بھی رو رہے تھے۔

مرحوم متقی پرہیزگار اور تہجد گذار تھے۔ مہمان نواز ایسے تھے کہ مہمان نوازی ہی کے شکار ہو گئے۔ میں مرحوم کی وفات کو ایک قومی صدمہ خیال کرتا ہوں۔ اور قاتل کی اس حرکت کو نہایت ہی سفاکانہ اور بزدلانہ فعل یقین کرتا ہوں جس کی توقع کسی شریف افغان سے نہیں کی جا سکتی۔

مجھے ملک عادل شاہ اور ان کے خاندان سے گہری ہمدردی ہے۔ احباب سے ایسے نوجوان شہید کے جنازہ غائب کی درخواست کرتا ہوں۔

مرحوم نہایت درجہ تنومند اور جوان آدمی تھا۔

(محمود احمد عرفانی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات

از اخبار الحکم ۱۰ اگست ۱۸۹۹ء

ایک ہندو گرو اور حضرت اقدس کا مکالمہ

یکم اگست ۱۸۹۹ء کو بعد مغرب ایک مشہور ہندو سادھو صاحب حضرت اقدس کی ملاقات کے لئے تشریف لائے اور حضور سے باتیں کرتے رہے۔ یہ اس گفتگو کا خلاصہ یا مفہوم ہے۔ جس کو حافظہ کی مدد سے ہم نے اپنے الفاظ میں قلمبند کیا ہے (ایڈیٹر الحکم)

حضرت اقدس:۔ آپ کے ہاں جوگ کا طریق سناتن دھرم کے اصول پر ہے یا آریہ سماج کے اصول پر؟

سادھو:۔ سناتن دھرم کے موافق۔

حضرت اقدس:۔ آریہ سماج ایک ایسا فرقہ ہے۔ جس میں صرف کہنا ہے کرنا نہیں۔

سادھو:۔ بیشک یہ لوگ گرو کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اور یہاں تک کہ دیانند کو بھی گرو کی حیثیت سے نہیں مانتے۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک راہ بتا گیا ہے۔ اس پر چلنا چاہیئے

حضرت اقدس:۔ آپ کے جوگ کے لئے بڑی بڑی مشقتیں ہیں۔

سادھو:۔ جی ہاں۔

حضرت اقدس:۔ اس مشقت کے بعد کوئی ایسی قوت اور طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے اس پریم کا پتہ لگ جاوے۔ جو اس ریاضت کرنیوالے کو خدا کے ساتھ ہوتا ہے۔ کیونکہ محبت کا پتہ اور وجود اسوقت تک نہیں ملتا جبتک کہ دونوں طرف سے کامل محبت کا اظہار نہ ہو۔ ادھر سے محبت کے جوش میں ہر قسم کے دکھ اور تکلیف کو برداشت کرنے کے لئے تیار رہو اور ادھر سے یعنی پرمیشر کی طرف سے ایسا پرکاش (روشنی یا نور) اسکو ملے کہ وہ عام طور پر لوگوں میں متمیز ہو جائے۔

سادھو:۔ ہاں کچھ بل طاقت آ ہی جاتا ہے۔

حضرت اقدس:۔ بھلا کوئی ایسی طاقت اور بل کی بات سنائیں جو آپ کی سنی ہوئی نہ ہو۔ بلکہ دیکھی ہوئی ہو۔ یعنی آپ کی گرو میں یا اُن کے گرو میں۔ کیونکہ بات یہ ہے کہ سنی ہوئی بات کچھ ایسی موثر نہیں ہوتی خواہ وہ کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہو۔ قصے کہانی کے ذیل میں سمجھی جاتی ہے۔ جیسے مثلاً کوئی کہے کہ ایک دیش ہے وہاں آدمی اڑا کرتے ہیں۔ اب ہم کو اس کے ماننے میں ضرور تامل ہوگا۔ کیونکہ ہم نے نہ تو ایسے اڑتے دیکھے ہیں۔ اور نہ خود اڑے ہیں۔ پس قوت ایمان اور یقین کے بڑھانے کے لئے سُنی سنائی باتیں فائدہ نہیں پہنچاتی ہیں۔ بلکہ تازہ بتازہ جو سامنے دیکھی جاویں۔ اور اس سے بڑھ کر وہ جو خود انسان کی اپنی حالت پر وارد ہوں۔ پس میرے اس سوال سے یہ غرض ہے کہ آپ کوئی ایسی بات بتلائیں۔ جو اس ریاضت کرنے والوں میں آپ نے دیکھی ہوں یا سُنی ہوں۔

سادھو۔ ہاں ہمارے جو گرو تھے ان میں بعض بعض باتیں ایسی تھیں۔ جو دوسرے کی من کی بات بوجھ لیتے تھے اور پھر جو منہ سے کہہ دیتے تھے ہو جاتا تھا۔ اور جو ان کے گرو تھے۔ ان میں بھی بہت سی باتیں ایسی ہوتی تھیں۔ مگر انکو دیکھا نہیں۔ تاہم دیکھنے کے برابر ہے۔ کیونکہ ان کو مرے کوئی اسی برس کے قریب ہوئے۔ اور اُن کے دیکھنے والے ابھی موجود ہیں

حضرت اقدس آپ نے بھی کوئی ریاضتیں کی تھیں

سادھو:۔ جی ہاں میں نے بھی کی تھیں۔

حضرت اقدس:۔ کیا کیا۔

سادھو:۔ پہلے چلہ کشی کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ چھ مہینے کا ایک چلہ تھا۔

حضرت اقدس:۔ اس میں کیا کھاتے تھے؟

سادھو:۔ پہلے چاولوں کا آٹا کھایا کرتے تھے۔ پھر صاف پانی پکا کر رکھا ہوا تھا۔ یعنی ایک گاگر کا نصف جب رہ جاوے۔ تو وہ رکھ لیا کرتے تھے۔ اور اسی وقت پیشاب کر لیا کرتے تھے۔ اور اس میں سے سیر کچا صبح کو پی لیا کرتے تھے۔ اور پھر کچھ نہیں۔

حضرت اقدس۔ کیا اس میں لوہا وغیرہ تو نہ ہوتا تھا؟

سادھو:۔ نہیں۔

حضرت اقدس:۔ پھر کیا اس ریاضت کی حالت میں آپ کو کچھ عجیب وغریب نظارے نظر آئے۔

سادھو:۔ ہاں کبھی روشنی نظر آتی تھی۔ جو اندر بہ جاتی تھی۔ اور دور دور سے آتے جاتے آدمی نظر آتے تھے۔

(اس کے بعد چند منٹ خاموشی رہی۔ پھر اس مہر سکوت کو سادھو صاحب نے اپنے ایک سوال سے توڑا (ایڈیٹر)

سادھو:۔ کیا آپ پرمیشر کو اکار مانتے ہیں یا نراکار؟

(حضرت مولوی نورالدین صاحب نے اس موقع پر بطور تشریح عرض کیا کہ مورتی کے قایل یا ایسا خدا کہ مورتی کی ضرورت نہ ہو)

حضرت اقدس:۔ ہم جس خدا کو مانتے ہیں اس کی عبادت اور پرستش کیلئے نہ تو ان مشقتوں اور ریاضتوں کی ضرورت ہے اور نہ کسی مورتی کی حاجت ہے۔ اور ہمارے مذہب میں خدا تعالیٰ کو حاصل کرنے اور اس کی قدرت نمائیوں کے نظارے دیکھنے کے لئے ایسی تکالیف کے برداشت کرنے کی کچھ بھی حاجت نہیں۔ بلکہ وہ اپنے سچے پریمی بھگتوں کو آسان طریق سے جو ہم نے خود تجربہ کرکے دیکھ لیا ہے۔ بہت جلد ملتا ہے۔ انسان اگر اس کی طرف ایک قدم اٹھاتا ہے۔ تو وہ دو قدم اٹھاتا ہے۔ انسان اگر تیز چلتا ہے تو وہ دوڑ کر اس کے ہر دے میں پرکاش کرتا ہے۔

میرے نزدیک مورتی بنانے والوں نے خدا تعالیٰ کی اس حکمت اور راز کو نہیں سمجھا۔ جو اس نے اپنے آپ کو بظاہر ایک حالت غیب میں رکھا ہے۔ خدا تعالےٰ کا غیب میں ہی ہونا انسان کے لئے تمام تلاش اور جستجو اور کل تحقیقاتوں کی راہوں کو کھولتا ہے۔ جس قدر علوم اور معارف انسان پر کھلے ہیں۔ وہ گو موجود تھے اور ہیں۔ لیکن ایک ایک وقت میں وہ غیب میں تھے۔ انسان کی سعی اور کوشش کی قوت نے اپنی چمکار دکھائی۔ اور گوہر مقصود کو پالیا۔ جس طرح پر ایک عاشق صادق ہوتا ہے۔ اس کے محبوب اور معشوق کی غیر حاضری اور آنکھوں سے بظاہر دور رہنا۔ اس کی محبت میں کچھ فرق نہیں ڈالتا بلکہ وہ ظاہر ہجر اپنے اندر ایک قسم کی سوزش پیدا کرکے اس پریم بھاؤ کو اور بھی ترقی دیتا ہے۔ اسی طرح پر مورتی لے کر خدا کو تلاش کرنے والا کب سچی اور حقیقی محبت کا دعویدار بن سکتا ہے۔ جبکہ مورتی کے بدوں اس کی توجہ کامل طور پر اس پاک اور کامل حسن ہستی کی طرف نہیں پڑ سکتی۔ انسان اپنی محبت کا خود امتحان کرے۔ اگر اس کو اس سوختہ دل عاشق کی طرح چلتے پھرتے بیٹھتے اٹھتے۔ غرض ہر حالت میں بیداری کی ہو یا خواب کی اپنے محبوب کا ہی چہرہ نظر آتا ہے۔ اور کامل توجہ اسی طرف ہے۔ تو سمجھ لے کہ واقعی مجھے خدا تعالیٰ سے ایک عشق ہے۔ اور ضرور ضرور خدا تعالیٰ کا یہ کاش اور پریم میرے اندر موجود ہے۔ لیکن اگر درمیانی امور اور خارجی بندھن اور رکاوٹیں اس کی توجہ کو پھرا سکتی ہیں اور ایک لحظہ کے لئے بھی وہ خیال اُس کے دل سے نکل سکتا ہے تو میں سچ کہتا ہوں کہ وہ خدا تعالیٰ کا عاشق نہیں اور اس سے محبت نہیں کرتا۔ اور اسی لئے وہ روشنی اور نور جو سچے عاشقوں کو ملتا ہے۔ اسے نہیں ملتا۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں آ کر اکثر لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے۔ اور خدا کا انکار کر بیٹھے ہیں۔ نادانوں نے اپنی محبت کا انکار نہیں کیا۔ اور اس کا وزن کئے بدوں ہی خدا پر بدظن ہو گئے۔ پس میرے خیال میں خدا تعالیٰ کا غیب میں رہنا انسان کی سعادت اور رشد کو ترقی دینے کی خاطر ہے۔ اور اس کی روحانی قوتوں کو صاف کرکے جلا دینے کے لئے۔ تاکہ وہ نور اس میں پرکاش ہو۔ ہم جو بار بار اشتہار دیتے ہیں۔ اور لوگوں کو تجربہ کے لئے بلاتے ہیں۔ بعض لوگ ہم کو دکاندار کہتے ہیں۔ کوئی کچھ بولتا ہے۔ کوئی کچھ۔ غرض ان بھانت بھانت کی بولیوں کو سن کر جو ہر ملک میں جو انس دنیا پر آباد ہے۔ یورپ اور امریکہ وغیرہ میں اشتہار دیتے ہیں۔ اس کی غرض کیا ہے۔ ہماری غرض بجز اس کے اور کچھ نہیں۔ تاکہ لوگوں کو اس خدا کی طرف رہنمائی کریں جسے ہم نے خود دیکھا ہے سُنی سنائی بات اور قصہ کے رنگ میں ہم خدا کو دکھانا نہیں چاہتے۔ بلکہ ہم اپنی ذات اور اپنے وجود کو پیش کرکے دنیا کو خدا تعالیٰ کا وجود منوانا چاہتے ہیں

یہ ایک سیدھی بات ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف جس قدر کوئی قدم اٹھاتا ہے خدا تعالیٰ اس سے زیادہ سرعت اور تیزی کے ساتھ آتا ہے۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک معزز آدمی کا منظور نظر عزیز اور واجب التعظیم سمجھا جاتا ہے۔ تو کیا خدا تعالےٰ کا تقرب حاصل کرنے والا اپنے اندر ان نشانات میں سے کچھ بھی حصہ نہ لے گا۔ جو خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور بے انتہا طاقتوں کا نمونہ ہوں۔

یہ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کی غیرت کبھی تقاضا نہیں کرتی کہ اس کو ایسی حالت میں چھوڑے کہ وہ ذلیل ہو کر چھپا جاوے۔

نہیں وہ خود ہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ وہ اپنے بندہ کو بھی ایک فرد وحدہٗ لاشریک بنا دیتا ہے۔ دنیا کے تختہ پہ کوئی انسان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہر طرف سے اسپر حملے ہوتے ہیں۔ اور ہر حملہ کرنے والا اُس کی طاقت کے اندازہ سے بے خبر ہو کر جانتا ہے۔ کہ میں اسے تباہ کر ڈالوں گا۔ لیکن آخر اس کو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اُس کا بچ نکلنا انسانی طاقت سے باہر کسی قوت کا کام ہے کیونکہ اگر اُسے پہلے سے یہ علم ہوتا۔ تو وہ حملہ کبھی نہ کرتا۔ پس وہ لوگ جو خدا تعالےٰ کے حضور ایک تقرب حاصل کرتے ہیں۔ اور دنیا میں اس کے وجود اور ہستی پر ایک نشان ہوتے ہیں۔ بظاہر اس قسم کے ہوتے ہیں۔ کہ ہر ایک مخالف اپنے خیال میں یہ سمجھتا ہے کہ میرے مقابلہ میں یہ بچ نہیں سکتا۔ کیونکہ ہر قسم کی تدبیر اور کوشش کے نتائج اسے یہیں تک پہنچاتے ہیں۔ لیکن جب وہ اس رو میں ایک عزت اور احترام کے ساتھ اور سلامتی سے نکلتا تھا تو ایک دم کے لئے اُسے حیران ہونا پڑتا تھا۔ کہ اگر انسانی طاقت کا ہی کام تھا۔ تو اس کا بچنا محال تھا۔ لیکن اب اس کا صحیح و سلامت رہنا انسان نہیں بلکہ خدا کا کام ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ مقربان بارگاہ الٰہی پر جو مخالفانہ حملے ہوتے ہیں۔ وہ کیوں ہوتے ہیں۔ معرفت اور گیان کے کوچہ سے بے خبر لوگ ایسی مخالفتوں کو ایک ذلت سمجھتے ہیں۔ مگر ان کو کیا خبر ہوتی ہے کہ اس ذلت میں اُن کے لئے ایک عزت اور امتیاز نکلتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور ہستی پر ایک نشان ہوتا ہے۔ اس لئے یہ وجود آیت اللہ کہلاتے ہیں۔

غرض ہم جو اشتہار دے کر لوگوں کو بلاتے ہیں۔ تو ہماری یہی آرزو ہے کہ ان کو اس خدا کا پتہ دیں جسے ہم نے پایا اور دیکھا ہے۔ اور وہ اقرب راہ بتائیں جس سے انسان جلد باخدا ہو جاتا ہے۔ پس ہمارے خیال میں قصہ کہانی سے کوئی معرفت اور گیان ترقی نہیں پا سکتا جب تک کہ خود عملی حالت سے انسان نہ دیکھے۔ اور یہ بدوں اس راہ سے جو ہماری راہ ہے میسر نہیں۔ اور اس راہ کے لئے ایسی صعوبتوں اور مشقتوں کی ضرورت نہیں یہاں دل بکار ہے۔ خدا تعالےٰ کی نگاہ دل پر پڑتی ہے۔ اور جس دل میں محبت و عشق ہو اُس کو مورتی سے کیا غرض؟ مورتی پوجا سے انسان کبھی صحیح اور یقینی نتائج پر نہیں پہنچ سکتا۔

خدا تعالیٰ کی نگاہ انسان کے مخلص دل کے ایک نقطہ پر ہوتی ہے۔ جسے وہ دیکھتا ہے اور جانتا ہے۔ اور اس کی خاطر وہ خوشی دل سے ہر صعوبت اور مکروہ کو برداشت کر لے گا۔ یہ ضرور نہیں کہ کوئی بڑی بڑی مشقتیں کرے۔ اور دائم حاضر باش رہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ خاکروب ہمارے مکان میں آکر بڑی تکلیف اُٹھاتا ہے۔ اور جو کام وہ کرتا ہے ہمارا ایک بڑا معزز مخلص درست وہ کام نہیں کر سکتا۔ تو کیا ہم اپنے وفادار احباب کو بے قدر سمجھیں اور خاکروب کو معزز و مکرم خیال کریں۔ بعض ہمارے ایسے بھی احباب ہیں۔ جو مدتوں کے بعد تشریف لاتے ہیں۔ اور انہیں ہر وقت ہمارے پاس بیٹھنا میسر نہیں آتا۔ مگر ہم خوب جانتے ہیں کہ ان کے دلوں کی بناوٹ ایسی ہے اور وہ اخلاص و مودت سے ایسے خمیر کئے ہیں کہ ایک وقت ہمارے بڑے بڑے کام آ سکتے ہیں۔ نظام قدرت میں بھی ہم ایسا ہی دیکھتے ہیں۔ کہ جتنا شرف بڑھ جاتا ہے۔ محنت اور کام ہلکا ہو جاتا ہے۔ ایک نوکری کو دیکھ لو۔ انبار پروانوں کا اُسے دیا جاتا ہے۔ اور ایک ہفتہ کے اندر حکم ہے کہ تعمیل کر کے حاضر ہو۔ برسات ہو۔ دھوپ ہو۔ جاڑا ہو۔ دیہات کے راستے خراب ہوں۔ کوئی عذر سنا نہیں جاتا۔ تنخواہ پوچھو تو پانچ روپے۔ اور حکام بالادست کا معاملہ اس سے بالکل برخلاف ہے۔ اس قانون سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ کا قانون بھی اپنے برگزیدوں سے ایسا ہی ہے خطرناک ریاضتیں کرنا۔ اعضاء اور قویٰ کو مجاہدات سے بیکار کر دینا محض نکمی بات اور لاحاصل ہے۔ اسلئے ہمارے ہادی کامل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ یعنی جب انسان کو صفت اسلام (گردن نہادن بر حکم خدا و موافقت تامہ و بقا و برائے آئینہ) میسر آجائے تو پھر رہبانیت یعنی ایسے مجاہدوں اور ریاضتوں کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس کے بعد سادھو صاحب تشریف لے گئے۔ اور کھانا رکھا گیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ:۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے رہبانیت کو نہیں رکھا۔ اسلئے کہ وہ معرفت تامہ کا ذریعہ نہیں ہے۔

از اخبار الحکم ۱۶ ستمبر ۱۸۹۹ء

ایمان بالغیب کی حقیقت

جاننا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ اور عالم مجازات اور دیگر امور مبدء اور معاد کے ماننے میں فلسفیوں کا طریقہ انبیاء علیہم السلام کے طریقہ سے بہت مختلف ہے۔ نبیوں کے طریق کا اصل اعظم یہ ہے کہ ایمان کا ثواب جب مترتب اور بار آور ہوگا کہ جب غیب کی باتوں کو غیب ہی کی صورت میں قبول کیا جائے اور ظاہری حواس کی کھلی کھلی شہادتیں یا دلائل ہندسیہ کے یقینی اور قطعی ثبوت طلب نہ کئے جائیں۔ کیونکہ تمام و کمال مدار ثواب اور استحقاق قرب و توصل الٰہی کا تقوےٰ پر ہے۔ اور تقوے کی حقیقت وہی شخص اپنے اندر رکھتا ہے جو افراط آمیز نفتیشوں اور لمبے چوڑے انکاروں اور ہر جزئی امر شگافی سے اپنے تئیں بچاتا ہے۔ اور صرف دور اندیشی کے طور سے ایک راہ کی سچائی کا دوسری راہ پر غلبہ اور رجحان دیکھ کر بحسن ظن قبول کر لیتا ہے۔ اسی بات کا نام ایمان ہے۔ اور اسی ایمان پر فیوض الٰہی کا دروازہ کھلتا ہے۔ اور دنیا و آخرت میں سعادتیں حاصل ہوتی ہیں۔ جب کوئی نیک بندہ ایمان پر محکم قدم مارتا۔ اور پھر دعا اور نماز اور فکر اور نظر سے اپنی حالت علمی میں ترقی چاہتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ خود اس کا متولی ہو کر اور خود اس کا ہاتھ پکڑ کر درجہ ایمان سے درجہ عین الیقین تک اس کو پہنچا دیتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ بعد استقامت و مجاہدات و ریاضات و تزکیہ و تصفیہ نفس ملتا ہے۔ پہلے نہیں۔ اور جو شخص پہلے ہی تمام جزئیات کی بکلی صفائی کرنا چاہتا ہے۔ اور قبل از صفائی اپنے بد عقائد اور بد اعمال کو کسی حالت میں چھوڑنا نہیں چاہتا۔ وہ اس ثواب اور اس راہ کے پانے سے محروم ہے کیونکہ ایمان اسی حد تک ایمان ہے۔ جب تک وہ امور جن کو مانا گیا ہے کسی قدر پردہ غیب میں ہیں یعنی ایسی حالت پر واقعہ ہیں جو ابھی تک عقلی ثبوت نے اُن پر احاطہ تام نہیں کیا اور نہ کسی کشفی طور پر وہ نظر آئے۔ بلکہ اُن کا ثبوت غلبہ ظن تک پہنچا ہے وبس۔

یہ تو انبیاء کا سچا فلسفہ ہے۔ جس پر قدم مارنے سے کروڑہا بندگان خدا آسمانی برکتیں پا چکے ہیں۔ اور جس پر ٹھیک ٹھیک چلنے سے بشمار خلق اللہ معرفت تامہ کے درجہ تک پہنچ چکے ہیں۔ اور ہمیشہ پہنچتے ہیں۔ اور جن اعلیٰ درجہ کی نعمتوں کو شوخی اور جلدی سے فلسفی لوگوں نے ڈھونڈھا اور نہ پایا۔ وہ سب مراتب ان ایمان دار بندوں کو بڑی آسانی سے مل گئے۔ اور اس سے بڑھ کر اس میں معرفت تامہ کے درجہ تک پہنچ گئے کہ جو کسی فلسفی کے کانوں نے اس کو نہیں سُنا۔ اور نہ اس کی آنکھوں نے دیکھا۔ اور نہ کبھی اس کے دل میں گذرا۔ لیکن اس کے مقابلہ میں خشک فلاسفروں کا جھوٹا اور مغشوش فلسفہ جس پر آجکل کے نو تعلیمیافتہ لوگ فریفتہ ہو رہے ہیں اور جس کے بد نتائج کی بے خبری نے بہت سے سادہ لوحوں کو تباہ کر دیا ہے بات یہ ہے کہ جب تک کسی اصل یا فرع کا قطعی طور پر فیصلہ نہ ہو جائے۔ اور بکلی اس کا انکشاف نہ ہو جائے۔ تب تک اس کو ہرگز ماننا نہیں چاہیئے۔ گویا خدا ہو یا کوئی اور چیز ہو ان میں سے اعلیٰ درجہ کے اور کامل فلاسفر جنھوں نے ان اصولوں کی سخت پابندی اختیار کی تھی۔ اُنھوں نے اپنا نام محققین رکھا۔ جن کا دوسرا نام دہریہ بھی ہے۔ ان کامل فلاسفروں کا پابندی اپنے اصول قدیمہ کے یہ مذہب رہا ہے کہ چونکہ خدا تعالےٰ کا وجود قطعی طور پر بذریعہ عقل ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہم نے اس کو بچشم خود دیکھا۔ اسلئے ایسے خدا کا ماننا ایک امر مظنون اور مشتبہ کا مان لینا ہے۔ جو اصول متقررہ فلسفہ سے بکلی بعید ہے۔ سو اُنھوں نے پہلے ہی خدا تعالیٰ کو درمیان سے اُڑا دیا۔ پھر فرشتوں کا یوں فیصلہ کیا کہ یہ بھی خدا تعالےٰ کی طرح نظر نہیں آتے۔ چلو یہ بھی درمیان سے اُٹھاؤ۔ پھر روحوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور یہ رائے ظاہر کی کہ ہم کوئی ثبوت قابل اطمینان اسبات پر نہیں دیکھتے کہ بعد مرنے کے روح باقی رہ جاتی ہے۔ نہ کوئی روح نظر آتی ہے۔ اور نہ واپس آکر کچھ اپنا قصہ سناتی ہے بلکہ سب روحیں مفارقت بدن کے بعد خدا اور فرشتوں کی طرح بے اثر و بے نشان ہیں۔ سو اُن کا بھی وجود ماننا خلاف دلیل برہان ہے۔ ان سب فیصلوں کے بعد ان کی نظر عمیق نے تکالیف شرعیہ مشقت اور حلال و حرام کا فرق اصول فلسفہ کا سخت مخالف سمجھا۔ اسلئے اُنھوں نے صاف صاف اپنی رائے ظاہر کر دی کہ ماں اور بہن اور جورو میں فرق کرنا یا اور چیزوں میں سے بلا ثبوت ضرر طبی بعض چیزوں کو حرام سمجھ لینا۔ یہ سب بناوٹی باتیں ہیں۔ جن پر کوئی فلسفی دلیل قائم نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح اُنھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ ننگا رہنے میں کوئی شناعت عقلی ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں طبی قواعد کی رو سے فوائد ہیں۔ اسی طرح ان فلاسفروں کے اور بھی مسائل ہیں اور خلاصہ ان کے مذہب کا یہی ہے کہ وہ بجز دلائل قطعیہ عقلیہ کے کسی چیز کو نہیں مانتے۔ اور ان کی فلسفیانہ نگاہ میں گو کیسی ہی کوئی بد عملی ہو۔ جب تک اس میں کوئی طبی ضرر یا دنیاوی بد انتظامی متصور نہ ہو۔ تب تک اس کا ترک کرنا بیجا ہے۔ مگر جو دوسرے درجہ کے فلاسفر ہیں۔ اُنھوں نے لوگوں کے لعن و طعن سے اندیشہ کر کے اپنے فلاسفری کے اصولوں کو نرم کر دیا ہے۔ اور قوم کے خوف اور ہم جلیسوں کی شرم سے خدا اور عالم جزا اور دوسری کئی باتوں کو ظنی طور پر تسلیم کر بیٹھے ہیں۔

(باقی آئندہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ

حضرت مولوی قطب الدین صاحب رضی اللہ عنہ

اس ہفتہ ہم حضرت مولوی قطب الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالاتِ زندگی شائع کرتے ہیں۔ آپ کے حالات آپکے صاحبزادے مولوی فخر الدین صاحب پنشنر نے سادہ عبارت میں لکھے ہیں۔ ہم انھیں کے قلم سے ان حالات کو شائع کر دینا پسند کرتے ہیں۔ (محمود احمد عرفانی)

میرے والد بزرگوار مولوی قطب الدین صاحب غفراللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائی غلاموں میں سے تھے۔ جب حضور نے دعوے ماموریت کیا۔ تو سنتے ہی آپ نے تصدیق کی۔ اور ایک دن بھی تکذیب کا آپ پر نہ آیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں احوال الآخرۃ مصنفہ مولوی محمد صاحب لکھو کے بہت شوق سے پڑھا کرتا تھا۔ جب مینے مہدی آخر الزمان کے حالات اس کتاب میں پڑھے تو مینے دعا کی کہ "الٰہی اس امام کے سپاہیوں میں مجھے شامل کیجیو۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے ذریعہ آپنے یہ بشارت سُنی۔ کہ ایک شخص نے جو کہ قادیان ضلع گورداسپور کا رہنے والا ہے دعوے مہدویت کیا ہے۔ آپ نے سنتے ہی تصدیق کی۔ اور دل میں پختہ ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے تو میں قادیان پہنچ کر ان کی زیارت کروں۔ مجھے ٹھیک یاد نہیں کہ آپ پہلی مرتبہ کب قادیان میں تشریف لائے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ غالباً ۱۸۹۴ء یا ۱۸۹۵ء تھا۔ جب آپ قادیان پہنچ کر حضور کی زیارت سے مشرف ہوئے اور بیعت کی۔

حضرت مولانا نور الدین خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کے پُرانے تعلقات تھے۔ اور ہموطن بلکہ ایک لحاظ سے ہم شہر ہونے کی وجہ سے اس خاندان سے آپ کو شروع سے محبت تھی۔ حضرت مولوی صاحب کی جب بھیرہ میں وہابیت کی وجہ سے سخت مخالفت ہوئی۔ تو آپ بھی مولوی صاحب رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ اور اس وجہ سے آپ بھی وہابی مشہور ہو گئے اور آپ کے خلاف بھی ملانوں نے فتوے دیئے۔ مگر ان فتووں کی آپنے کچھ پرواہ نہ کی۔ اور جب یہ سُنا کہ حضرت مولوی صاحب نے قادیان جا کر حضرت امام آخر الزمان کی بیعت کر لی ہے۔ تو سنتے ہی فرمایا کہ مدعی مہدویت حضرت مرزا غلام احمد صاحب سچے ہیں۔ مخالف مولوی حق پر نہیں۔ اور تکذیب کر کے اپنا انجام خراب کر رہے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ابتدائی زمانہ تھا۔ ایک دشمن حق مولوی ہمارے وطن میانی ضلع شاہپور میں آیا۔ اور راستے میں جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ حضرت اقدس پر لعن وطعن شروع کر دی۔ اور مختلف قسم کے الزامات لگائے۔ ایک آدمی کہنے لگا۔ اب فرمایئے جو مولوی صاحب تو مرزا صاحب کو کافر کہتے ہیں۔ اور بڑے زور سے فتوے مرزا صاحب کے خلاف دے رہے ہیں۔ تو والد صاحب مرحوم نے فرمایا۔ کہ احادیث میں لکھا ہے کہ جب امام مہدی آوے گا تو اس پر علماء کفر کے فتوے لگائینگے۔ یہ مولوی بھی ان میں سے ایک ہے غالباً یہ ۱۸۹۲-۹۳ء کا واقعہ ہے۔ میں اس وقت چوتھی یا پانچویں جماعت میں پڑھتا تھا۔

پھر ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ ان ہی دنوں سخت بیمار ہو گئے۔ اور آثار سے ان کو خیال پیدا ہوا کہ موت کا پتہ نہیں۔ ممکن ہے جلد مر جاؤں۔ اور مومن کی شان تو ایسی ہوتی ہے کہ ہر وقت وہ موت کو یاد رکھے۔ مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ میں تندرست ہوں گا یا مر جاؤں گا۔ اگر میں مر گیا تو یاد رکھنا کہ حضرت مرزا صاحب سچے ہیں۔ ان کی جماعت میں داخل ہو جاؤ۔ اور ان کی فرمانبرداری ہمیشہ کرتے رہو۔ مخالف مولوی جھوٹے ہیں اور مرزا صاحب سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو صحت دی۔ اور وہ مدت تک زندہ رہے۔ اور اب ۱۹۳۴ء میں ۲۹ جنوری کو فوت ہوئے

مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا شرف بھی اپنے والد صاحب کے ذریعہ حاصل ہوا۔ اور ہمارے گاؤں موضع گھوگھیاٹ میں جماعت احمدیہ میں داخل ہونیوالے سب سے پہلے بزرگ والد صاحب مرحوم مولوی قطب الدین صاحب ہی تھے۔ رضی اللہ عنہ

جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کے بعد میانی اور اُس کے علاقہ کے مولویوں نے آپ کی ہر طرح مخالفت کی۔ بلکہ گاؤں کا کثیر حصہ آپ کی مخالفت پر تل گیا۔ لیکن اُس نور ایمان کی وجہ سے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں اخلاص کے ساتھ داخل ہونے پر حاصل ہوتا ہے۔ آپنے مخالفت کی کبھی پرواہ نہ کی۔ اور وقتاً فوقتاً اپنے رنگ میں تبلیغ کرتے تھے۔ نماز تہجد کے پورے طور پر پابند تھے۔ اور رات کا ایک لمبا حصہ عبادت الٰہی میں گذارتے تھے۔ آپکی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ ہمارا سارا خاندان خدا کے فضل سے احمدی ہے۔

قرآن شریف پڑھنے پڑھانے کا بہت شوق تھا۔ اور مینے دیکھا کہ فجر کی نماز کے بعد آپ دو گھنٹہ کے قریب تلاوت قرآن کریم کرتے۔ اور ظہر کی نماز کے بعد بھی عصر تک قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہتے۔

جب حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اختلاف ہوا۔ تو اسوقت میرے برادرزادہ میاں محمد صدیق کے لئے ہم تلاش روزگار میں تھے۔ میانمیر کے ایک پیغامی نے جو پہلے زمانہ کا میرا دوست تھا مجھے کہا کہ مولوی محمد علی صاحب کو ایک کلرک کی ضرورت ہے۔ میاں محمد صدیق صاحب کی میں سفارش کر دوں گا۔ وہ اپنا اعتقاد وہی رکھے جو قادیانی جماعت کا ہے۔ اور ملازمت کرتا رہے مینے والد صاحب سے مشورہ پوچھا۔ تو انھوں نے فرمایا بڑی بے غیرتی ہے کہ ہم چند روپوں کی لالچ کی وجہ سے حضرت خلیفہ ثانی کے مخالفوں اور دشمنوں کے پاس اپنے بچے کو ملازم رکھا دیں۔ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے اور وہاں تو ہر وقت یہی چرچا ہے کہ میاں صاحب کے اعتقادات غلط ہیں۔ اسلئے ہم ملازمت کی خاطر ایمان کو برباد نہیں کرنا چاہتے۔ اللہ تعالےٰ کوئی اور صورت پیدا کر دے گا۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے فضل کیا۔ اور ان ہی دنوں میں پرمننٹ ملازمت اس کو سرکاری محکمہ میں مل گئی۔ یہ تھی آپ کی غیرت ایمان کہ اپنی اولاد کی روحانیت کا خیال رکھا۔ اور دنیا کی پرواہ نہ کی۔

قادیان ہمیشہ سالانہ جلسہ پر آتے رہتے۔ اور باوجود پیرانہ سالی کے جب تک آپکے جسم میں طاقت رہی ہر جلسے پر تشریف لاتے۔ اور ہمیشہ یہی کہتے کہ اب میں بہت ضعیف ہو چکا ہوں۔ موت کا اعتبار نہیں ایک دفعہ اور حضرت اقدس خلیفۃ المسیح ثانی کی زیارت کر آؤں۔

سنہ ۱۹۳۰ء کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ مینے دیکھا کہ مسجد مبارک کی اوپر کی چھت پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں حیران ہوا کہ والد صاحب تشریف لے آئے۔ اور مجھے اپنی تشریف آوری کا خط بھی نہیں لکھا جب نماز سے فارغ ہوئے مینے نیاز حاصل کیا۔ اور عرض کی کہ آپ تشریف لے آئے۔ آپنے پہلے اطلاع کی ہوتی تو آپکو میں اسٹیشن پر حاضر ہو کر ملتا۔ فرمانے لگے پہلے میرا ارادہ نہیں تھا۔ مگر معاً خیال ہوا۔ کہ زندگی کا کیا بھروسہ ہے۔ قادیان چلو اور حضرت اقدس کی زیارت کر آؤ۔ چنانچہ وہ پہلے مسجد مبارک میں تشریف لائے۔ ہمارے گھر میں جو کہ محلہ دار الفضل میں ہے اور سٹیشن کے قریب ہے۔ اور وہ خود ان کا ہی گھر تھا۔ پہلے نہ گئے اور مسجد مبارک پہونچے۔ میں ان کے اخلاص پر حیران ہوا۔ اسکے بعد ان کو گھر لے آیا

وفات ان کی ان کے رہنے کے گاؤں میں ہوئی۔ افسوس کہ میں وقت پر نہ پہنچ سکا۔ اور آخری وقت میں ان کی خدمت نہ کر سکا مجھے اس رات جبکہ آپ کی وفات ہوئی دکھایا گیا۔ کہ ہمارے خاندانی قبرستان میں بعض پختہ قبریں بنی ہیں۔ ہمارا

۔۔۔ "حضرت اقدس سے ان کو بڑی ارادت تھی!!" احباب اس کی تصحیح فرمالیں۔ (ایڈیٹر)

قبرستان بالکل الگ ہے - اور اس ٹکڑہ زمین میں میری والدہ صاحبہ مرحومہ مغفورہ کی جو کہ ۱۹۲۳ء میں فوت ہوئی تھیں اور بڑے بھائی صاحب مولوی عبد الخالق صاحب اور میری ایک ہمشیرہ کی قبریں ہیں - مینے دیکھا کہ مقبرہ بہشتی اس قدر پھیلا ہے کہ اس نے اپنے اندر اس ٹکڑہ زمین کو بھی لے لیا ہے - جو کہ ہمارے گاؤں میں ہے - اور قادیان سے ۲۰۰ میل کے فاصلے پر ہے - وہ زمین کا ٹکڑا بھی مقبرہ بہشتی میں شامل ہو گیا ہے - معاً مجھے خیال آیا کہ اس میں سب بزرگ جو فوت ہو کر دفن ہوئے ہیں جنتی ہیں - اس رؤیا سے مجھے تسلی ہوئی - اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے میرے والدین اور دوسرے قریبی رشتہ داروں کو بخشدیا ہے اور وہ الٰہی جنتوں میں شامل ہو گئے ہیں - فوت ہو کر مقبرہ بہشتی میں مدفون ہیں اللھم اغفرلھم وارحمھم واعف عنھم واکرم نزلھم ووسع مکانھم و داخلھم فی جنتک یا ارحم الراحمین - آپ کی عمر ۸۰ سال سے تجاوز کر چکی تھی قویٰ ہمیشہ مضبوط رہے - اپنے بعد دو بیٹے اور پچاس کے قریب پوتے پوتیاں اور ان کی اولاد چھوڑ کر فوت ہوئے ہیں -

دعا ہے خدا تعالیٰ ان کو جنت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب میں جگہ عطا فرمائے - دوست بھی ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں +

خاکسار

فخر الدین محلہ دار الفضل قادیان دار الامان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات

ذیل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک مکتوب مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی کے نام درج کیا جاتا ہے - یہ مکتوب جیسا کہ اس کی تاریخ سے ثابت ہوتا ہے ۱۸۸۶ء کا ہے - مولوی محمد حسین بٹالوی کی مخالفت کی ابتدائی تاریخ ۱۸۸۶ء ہی ہے - اس کو آپکی نسبت شکوک و شبہات نہ تھے - وہ اپنی نخوت اور تکبر کے نشہ میں سرشار تھا - اور ڈکٹیٹری کرنا چاہتا تھا - خدا کے مامور و مرسل سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی سے نہ ڈرتے ہیں اور نہ کسی کے سامنے جھکتے ہیں - بٹالوی نے **براہین احمدیہ** کی اشاعت کے متعلق اعتراض کیا - حضرت نے اس کا جواب دیا - اور بات کو بڑھانا نہ چاہا - مگر بٹالوی اس پر صبر نہ کر سکا - اور اس طرح پر اسکے خیالات میں مخالفت کا بیج بویا گیا - جو آپ کے دعوے **مسیح موعود** پر آ کر ایک خاردار درخت کی صورت میں نمودار ہوا - اور آخر اس کی ذلت اور ہلاکت کا باعث ہوا - یہ مکتوب اسی مخالفت کے ابتدائی ایام کا ہے - **دوسرا مکتوب** ایک مخلص دوست کے نام ہے - اس میں آپنے بتایا ہے کہ آپ جماعت کے ہر فرد کے لئے اپنے دل میں کیا درد رکھتے ہیں اور جماعت کے افراد کو آپس میں کس قسم کے تعلقات رکھنے ضروری ہیں ؟ ہر احمدی اپنے نفس کی اصلاح اور دوسروں کے متعلق اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو با سانی سمجھ سکتا ہے - چاہیئے کہ ہم اس مکتوب کے آئینہ میں اپنے اعمال کا محاسبہ کریں ——— (عرفانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مخدومی مکرمی اخویم مولوی محمد حسین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -

آج ۲۸ ستمبر ۱۸۸۶ء کو آپ کا عنایت نامہ پہنچا - واضح رہے کہ اس عاجز کے قلم سے کوئی کلمہ رنج یا خفگی کا آپ کی نسبت نہیں نکلا - بلکہ میں ممنون ہوں کہ آپ بغیر اس کے کہ اصل حال سے واقف ہوتے میرے خیر خواہوں اور خیر اندیشوں اور نیک خیالوں میں رہے - سو میرے لئے آپکا شکر کرنے کے لئے یہی کافی ہے - میں یقیناً جانتا ہوں کہ آپ میں سچی محبت رہی ہے - اور میرا دل شہادت دیتا ہے کہ فقط ایک سچی محبت کے جوش سے آپ قلم و زبان سے میری کارروائیوں کی نصرت میں لگے رہے ہیں - سو رنج اور خفگی کا کوئی محل نہیں - تا میں نے آپ پر ایک واقعی حال اظہار کیا - اور پھر وہ سب واقعی عذرات آپ کی نظر میں مکتفی نہ ہوئے تو بقول شخصے کہ طاقت مہمان نداشت خانہ بمہمان گذاشت - چند الفاظ مؤدبانہ ترک نزاع کے لئے مینے استعمال کئے شاید انھیں الفاظ کو آپنے کلمہ رنج و خفگی سمجھا ہوگا - مگر حاشا وکلا میرا وہ منشا نہیں ہے جو آپنے سمجھا - میں پھر باادب آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آئندہ اخراجات کی کمی اور تخفیف کی فکر میں میں آپ ہی ہوں مگر گذشتہ تدارک میرے حد امکان سے باہر ہے اس قصور کا خود معترف ہوں کہ جو کچھ کتاب کی قیمت میں آیا وہ خرچ ہوتا رہا ہے - مگر یہ بات کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک میرے وہ مصارف کس رنگ میں ہیں اور نکتہ چینیوں کی نظر میں کسی رنگ ہیں - اسمیں بحث کرنا نہیں چاہتا - کیونکہ گذری ہوئی بات کو طول دینا کچھ فائدہ نہیں - اور میری رائے ناقص میں آپکا اس فکر میں پڑنا مالا یلزم ہے آں مخدوم سے شرعی یا عرفی طور پر کچھ مواخذہ یا مطالبہ نہیں **لا تزر وازرۃ وزر اخری** - مینے سرمہ چشم آریہ کے پہلے صفحہ پر ہی اشتہار دے دیا ہے کہ جو شخص خرید کتاب پر ناراضی ہو وہ فسخ بیع کر سکتا ہے - ایسے خطوط جب ہو نگیں گے تو میں کوشش کروں گا کہ جلد تر کتابیں واپس لیجائیں اور انکا روپیہ مسترد کیا جائے - سو وہ اشتہار اطلاع عام کے لئے کافی ہے - میں آپ مکرر ظاہر کرتا ہوں کہ میں آپ پر ہرگز ناراض نہیں - لیکن اگر آپ خواہ نخواہ بات کو طول دیں تو میری طرف سے ناراض ہونا بے محل بھی نہیں - میں بشر ہوں اور بشریت کے صفات اور لوازم سے **نبی بھی الگ نہیں رہ سکتے** - جو شخص ان کے دل کو خوش کرے اُس سے راضی ہو جاتے ہیں - اور جو شخص ان کے دل کو خواہ نخواہ آزار پہنچادے اُس سے وہ خوش نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ بشر ہیں - آپکے سامنے قرآن و حدیث سے اس کے نظائر پیش کرنا حاجت نہیں -

اور پھر آپ اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ گویا مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ وہ لڑکا بہت قریب ہونیوالا ہے آپ میرا اشتہار ۸ر اپریل ۱۸۸۶ء کو دیکھیں اس میں "وہ" کا لفظ نہیں بلکہ ایک کا لفظ ہے - اور یہ آپکا قول کہ ایسی پیشگوئیوں سے بجائے نفع اسلام کو کمال نقصان پہنچے گا - میری دانست میں یہ کہنا اُس کا حق ہے کہ ان پیشگوئیوں کا مقابلہ کر کے دکھلا دے پھر رسالہ سراج منیر اور اس کے تمام پیشگوئیوں کی بنا اسی پر ہے - کہ اگر کوئی مخالف کسی پیشگوئی کا انکار کرے تو ایسی پیشگوئی پیش کرے - آپ فرماتے ہیں "کہ سراج منیر میں اسی طور کی پیشگوئیاں ہیں - تو میری رائے ہے کہ سراج منیر کا طبع کرانا موقوف رکھا جائے کیونکہ ایسی کتاب سے مسلمانوں کا کمال ہتک ہوگا" - اسکے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ بیشک سراج منیر میں اسیطرح کی پیشگوئیاں ہیں - بلکہ سب سے بڑھ کر یہی پیشگوئی ہے - مگر دوسرا فقرہ آپکا کہ ایسی پیشگوئیوں سے مسلمانوں کا کمال ہتک ہوگا - فراست صحیحہ پر مبنی نہیں ہے - اور آپ کا یہ قول کہ "مجھے صرف یہ خیال ہے - کہ مسلمانوں کا زیادہ ہتک نہ ہو اور ان کا مال ناحق برباد نہ ہو" آپکے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ بیٹا پیدا ہونے سے مسلمانوں کا کسقدر ہتک ہو گیا ہے اور آئندہ سراج منیر کے چھپنے سے اس سے زیادہ ہوگا سو میں کہتا ہوں کہ اگر پیشگوئیوں کا سچائی سے ظہور میں آجانا مسلمانوں کے لئے موجب ہتک ہے تو جس قدر یہ ہتک ہو اتنا ہی تھوڑا ہے -

۲۷ر جولائی ۱۸۸۶ء میں آریوں نے ایک اشتہار دیا تھا کہ ہمیں اپنے پرمیشر کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ ہرگز بیٹا پیدا نہیں ہوگا - ابد تک نہیں ہوگا - معلوم ہوتا ہے کہ کسی ہندو منجم نے اُن کی اطمینان کی ہوگی اور یہ اشتہار عام طور پر پنجاب اور ہندوستان میں شائع کئے گئے تھے اب آپ سوچ کر دیکھیں کہ بر طبق اشتہار ۸ر اپریل ۱۸۸۶ء بیٹا پیدا ہو جانا جو مصدق پیشگوئی ہے - یہ موجب ہتک اور ندامت آریوں اور دیگر مخالفین کا ہوا یا مسلمانوں کا اس سے ہتک ہو گیا - انجیل میں حضرت مسیح کی پیشگوئیاں آپنے نہیں دیکھیں بھونچال آوینگے - کال پڑیں گے - وبا پھیلے گی - لڑائیاں ہونگی - نہ کسی وقت کا پتہ نہ کسی مکان کا نشان - مگر اسوقت کے سچے عیسائیوں کا اس سے کچھ ہتک نہ ہوا - آپکو یاد رہے کہ مخالفین خود ملزم ہیں کیونکہ وہ مقابلہ نہیں کر سکتے - ہر ایک چیز کا قدر و قیمت مقابلہ سے ظاہر ہوتا ہے والسلام

خاکسار :- غلام احمد ۲۸ر ستمبر ۱۸۸۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم + نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی مخلصی اخویم میاں نور محمد صاحب ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مینے آپکے وہ تمام خطوط سنے - جو آپنے بدست ماموں شاہ صاحب بنام مولوی حکیم نور الدین صاحب بھیجے تھے - حقیقت میں خدا تعالیٰ نے آپ کو بہت اخلاص اور محبت اور جوش عطا کیا ہے - دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ دن بدن اس میں ترقی بخشے - اور اپنی مرضی کی راہوں میں کامل کرے - آمین - اور میری یہ حالت ہے کہ جس طرح ایک چرواہا اپنی بکریوں کو محبت اور ہمدردی سے چراتا ہے - کہ اگر کوئی بکری لنگڑی ہو یا ابھی بچہ ہو تو وہ رحم سے ایسا .... انتظام کرتا ہے کہ وہ ہمسایہ خاص - بلکہ بسا اوقات اپنے کاندھے پر اٹھا لیتا ہے - اگر دو بکریاں لڑیں تو کوشش کرتا ہے کہ لڑائی سے باز آویں - سو ایسا ہی اپنی جماعت کے لئے میرا خیال ہے **چاہیئے کہ اچھے ..... بروں پر رحم کریں اور ان کے حق میں دعا کریں کہ وہ بھی نیک اور خاکسار ہو جاویں - چاہیئے کہ ہر ایک بھائی اپنے دوسرے بھائی کا گناہ بخشے - والسلام**

۷ر جنوری ۱۸۹۵ء

حیاتِ نور کا ایک ورق

حضرت حکیم الامتہ مولانا حکیم نور الدین خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کی زندگی کا جو ورق میں آج شائع کر رہا ہوں اس سے شاید بہت ہی کم لوگ واقف ہوں گے۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ شاید ایک دو ہی ہوں۔ حضرت **حکیم الامتہ** کو ابتدءً **سرسید احمد خان** بالقابہ کے ساتھ محبت تھی۔ وہ ان کے ان کاموں کو دیکھتے تھے جو وہ مسلمانوں کی ترقی اور بھلائی کے لئے کرتے تھے۔ اور چونکہ خود اپنے پہلو میں ایک دردمند دل رکھتے تھے اور مسلمانوں کی فلاح و اصلاح کے لئے ایک جوش تھا۔ اسلئے ہر ایسی تحریک کی قدر کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں سرسید سے بہت ربط و ضبط بڑھا ان کے مشن میں مختلف اوقات میں مالی امداد بھی کی ان کے لٹریچر کو بھی خرید کر پڑھا۔ اور سلسلہ خط و کتابت بھی جاری رہا آج میں جو **حیات نور** کا ورق شائع کر رہا ہوں۔ یہ اسی سلسلہ خط و کتابت سے تعلق رکھتا ہے۔ ۱۸۹۷ء کی پہلی سہ ماہی کا واقعہ ہے حضرت حکیم الامتہ نے **شیخ محمد عبداللہ** صاحب کو اپنی طرف سے سرسید کو چائے پلانے کے لئے فرمایا۔ شیخ محمد عبداللہ صاحب کشمیر کے باشندے تھے۔ اور حضرت **حکیم الامتہ** کی تبلیغ و تعلیم سے وہ مسلمان ہوئے تھے۔ آپ کو شیخ صاحب سے بہت محبت تھی۔ اور ان کی تعلیمی ترقیات اور تربیت میں آپ کا ہاتھ کام کرتا رہا۔ شیخ صاحب قادیان بھی آیا کرتے تھے۔ اب وہ علیگڈھ کالج کے ٹرسٹی اور وہاں کے ایک کامیاب اور با اثر وکیل ہیں۔ علی گڑھ کا زنانہ کالج انکی اور ان کی بیگم صاحبہ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ غرض شیخ صاحب نے حضرت حکیم الامت کی طرف سے سرسید کو چائے پر بلایا۔ اور اپنے اور ان کے مذاق کے موافق نہایت عمدگی سے انتظام کیا تھا۔ اس تقریب پر حضرت حکیم الامتہ نے بعض استفسارات بھی کئے تھے۔ جن میں سے ایک کا وہ ہمیشہ اپنے درس میں مناسب موقعہ پر کبھی کبھی ذکر فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں نے سرسید سے پوچھا کہ جب صوفی ترقی کرتا ہے تو وہ کیا بن جاتا ہے؟ تو سرسید نے جواب دیا کہ

وہ **نور الدین** بن جاتا ہے!

احباب کو یہ معلوم نہ تھا۔ اور نہ ہے کہ وہ کیا تقریب تھی۔ جب آپ نے سوال کیا تھا! اور جواب کس طرح ملا تھا۔ وہ یہی تقریب تھی کہ آپ نے شیخ عبداللہ صاحب کی معرفت سرسید کو چائے کی دعوت دی تھی۔ **سرسید** نے اس چائے نوشی کے سلسلہ میں ایک مکتوب حضرت **حکیم الامتہ** کو لکھا۔ اور اس مکتوب کو خاکسار عرفانی نے حضرت حکیم الامتہ سے **ایک تاریخی تحریر** سمجھ کر لے لیا۔ اور آج پورے ۳۷ سال کے بعد میں اسے پبلک کرتا ہوں۔ جس سے حضرت حکیم الامتہ کی سیرۃ پر ایک روشنی پڑتی ہے۔ اور یہ صاف کھل جاتا ہے کہ ہندوستان کا سب سے بڑا مسلمانوں کا سیاسی لیڈر اور تعلیمی محسن سرسید کی نگاہ میں حضرت **حکیم الامتہ** کی کیا وقعت تھی۔

مجھے افسوس ہے کہ ایک اور **قیمتی مکتوب** جو سرسید نے **حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام** کو لکھا تھا جبکہ **برکات الدعاء** اور **آئینہ کمالات اسلام** ان کو بھیجی گئی تھی میرے پاس اس کی کاپی تھی۔ لیکن اب ملتی نہیں۔ اس میں سرسید نے لکھا تھا ؎

درپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استاد ازلی گفت ہماں می گویم

اور دعا کے لئے بھی درخواست تھی۔

سرسید کے مکتوب سے حضرت حکیم الامتہ کے استفسارات کی نوعیت نمایاں ہے۔ وہ صوفیانہ رنگ کے سوالات تھے۔ میں اس سلسلہ میں شیخ محمد عبداللہ سے خط و کتابت کر کے مزید حالات معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ انھیں شائع کر سکوں وباللہ التوفیق

اس سلسلہ میں ایک اور امر قابل ذکر ہے۔ اگر اس کو چھوڑ دیا جاوے تو **سرسید** کے مکتوب کے ایک حصہ کی حقیقت سمجھنے میں دقت ہوگی۔ **سرسید** چاہتے تھے کہ حضرت **مسیح موعود** علیہ السلام کو ان کے اغراض و مقاصد کے لئے کچھ چندہ دیں۔ اور وہ اس **چندہ** کو نظیر قائم کر کے **جماعت احمدیہ** سے چندہ لیں۔ یہ تحریک حضرت حکیم الامتہ کے ذریعہ سے کی گئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ سرسید کی مذہبی رہنمائی کو صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ اور انکی تفسیر کو حقیقت اسلام سے منافی بلکہ اس کے لئے مضر یقین کرتے تھے۔ آپ نے پسند نہ فرمایا کہ اس میں شریک ہوں سرسید نے یہاں تک خواہش کی تھی کہ چار آنے ہی چندہ دے دیں۔ مگر حضرت جس چیز کو **خدمت اسلام** نہیں سمجھتے تھے اس میں آپنے شرکت پسند نہ کی۔ اسپر سرسید نے وہ فقرہ لکھا جو حضرت حکیم الامتہ کے ارشاد کے جواب میں ہے۔ کہ

"مامور من اللہ انسان دوسرے کی بات مان لینے میں مجبور نہیں کیا جاسکتا۔"

اب میں سمجھتا ہوں کہ اس مکتوب کے پڑھنے کے بعد اس کے مفہوم کا سمجھنا۔ اور واقعات کی حقیقت کا معلوم کرنا ناظرین الحکم کے لئے آسان ہوگا۔ اسلئے اسے درج کرتا ہوں:۔

سرسید کا مکتوب حضرت حکیم الامتہ کے نام

جناب مولانا مخدوم و مکرم من جناب مولوی حکیم نور الدین صاحب۔ میں آپ کا دل و جان درود رواں سے شکر ادا کرتا ہوں کہ کل بوقت عصر خلیفۃ الامام المامور من اللہ یعنی شیخ عبداللہ نے مجھ کو آپ کی طرف سے نہایت عمدہ و خوشگوار چاء پلائی۔ اسکے ساتھ مختلف قسم کی شیرینی بھی تھی۔ اگرچہ وہ ظاہر میں مختلف قسم کی تھی۔ لیکن سب کی سب حلاوت عنایت و شفقت عالی سے ہی بنی ہوئی تھیں اور بزبان حال مسئلہ وحدت وجود کا وعظ فرما رہی تھیں۔ اُس کے ساتھ نارنگیاں بھی تھیں گو ظاہر میں اُن کی صورت اور تھی۔ مگر وہی حلاوت اور اُسی مبدء سے جو شیرینی میں تھی اُن میں بھی تھی۔ میں نے اُن سب چیزوں سے مخاطب ہو کر کہا ؎

بہر رنگے کہ خواہی سر بر آور
من انداز قدت را می شناسم

مگر صوفیانہ دعوت میں ثمرہائے لذیذ کا ہونا میرے لئے بشارت ثمرہائے نیک کی دیتا ہے۔ خدا ہمچنیں کند۔

آپنے تحریر فرمایا ہے کہ جاہل پڑھ کر جب ترقی کرتا ہے تو پڑھا لکھا کہلاتا ہے۔ مگر جب اور ترقی کرتا ہے تو فلسفی بننے لگتا ہے۔ پھر ترقی کرے تو اُسے صوفی بننا پڑتا ہے جب یہ ترقی کرے تو کیا بنتا ہے؟ سردست میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ افسوس کہ سوال آخر کو آپنے لاجواب چھوڑا۔ مگر میں اُن بزرگوں کا دیکھنے والا ہوں جو وحدت شہود کے معتقد اور وحدت وجود میں ساکت تھے۔ اس لئے اس کا جواب اپنے مذاق کے موافق عرض کرتا ہوں۔ کہ جب صوفی ترقی کرتا ہے تو **مولانا نور الدین** ہو جاتا ہے۔

ایک اور امر بھی عرض کرنے کے لائق ہے آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ مامور من اللہ انسان دوسرے کی بات مان لینے میں مجبور نہیں کیا جاسکتا؛ تعجب ہے کہ آپنے مجھ کو مامور من اللہ نہیں سمجھا۔ حضرت جو شخص جو کچھ کرتا ہے۔ وہ اس کام کے لئے مامور من اللہ ہوتا ہے۔ پس مامور من اللہ کو مامور من اللہ کی عرض کا قبول کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اسلئے مجھے یقین ہے کہ حضرت مہدی زماں مسیح الوقت امام مامور من اللہ میری درخواست کو ہرگز رد نہ فرمائینگے۔

وللناس فیما یعشقون مذاہب

خیر یہ تو سب باتیں تھیں۔ مگر آپ کی اس عنایت کا جو آپنے مجھ گنہگار پر کی اور اپنی تبرک شفقت دلی سے مجھے عزت بخشی میں اُس کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اُمید ہے کہ آپ اس گنہگار کی دلی ناچیز شکر کو قبول و منظور فرماوینگے۔
والسلام مع الاکرام

سید احمد علی گڈھ ۸ رمارچ ۱۸۹۷ء

ایک غلطی کی اصلاح

اخبار الحکم مورخہ ۷ اپریل ۳۴ء کے صفحہ تین کالم تین پر چوتھی سطر میں جو سیرۃ المہدی کے تذکرہ میں یہ لکھا گیا ہے کہ "حضرت کو ان سے بڑی ارادت تھی" اصل یہ ہے کہ یہ الفاظ یوں ہیں:۔ ہے کہ "حضرت اقدس سے اُن کو بڑی ارادت تھی!" احباب اس کی تصحیح فرمالیں۔ (ایڈیٹر)

جماعت احمدیہ لائل پور کا عظیم الشان اور کامیاب جلسہ

حضرت اولوالعزم کی بصیرت افروز تقریر

(۱)

لائل پور پنجاب کی نئی آبادی کا مرکز ہے۔ اور دن بدن وہ ایک بہت بڑے شہر کی حیثیت اختیار کر رہا ہے۔ یہاں کی جماعت نے اپنی مسجد تعمیر کی۔ اس مسجد کی تعمیر میں مختلف قسم کی مشکلات سے انھیں گزرنا پڑا۔ اور یہ مشکلات دراصل خدا تعالیٰ کی **قدرت نمائی** کا ذریعہ تھیں۔ مخالفین چاہتے تھے کہ **اللہ کا گھر** نہ بنایا جاوے اور خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خدام کی کامیابی اور فوقیت کا نظارہ دکھانا چاہتا تھا۔ مشکلات کے بادل چھٹ گئے۔ اور جماعت **اپنی مسجد** بنانے میں کامیاب ہوگئی۔ **الحمد للہ علیٰ ذالک**

(۲)

اس مسجد کی افتتاح کے لئے جماعت احمدیہ لائل پور نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضور درخواست کر کے یہ منظوری لے لی تھی کہ حضور خود اس مسجد کا افتتاح کریں گے۔ چنانچہ خدا کے فضل و رحم سے مسجد کی تعمیر کا کام ختم ہوا۔ اور مسجد کے افتتاح کی تقریب قریب آ گئی۔ اس مقصد کے لئے ۸؍اپریل ۱۹۳۴ء مطابق ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ کا دن مقرر کیا گیا۔ **حضرت امام** اپنی خلافت کے گزشتہ بیس سال میں پہلی مرتبہ نو آبادیات کے اس مرکز میں جا رہے تھے۔ اس لئے قدرتی طور پر لائل پور اور اس کے متصلہ اضلاع و علاقہ جات کے احمدیوں کے دلوں میں ایک خاص جوش تھا کہ اس تقریب پر حاضر ہو کر اس سعادت سے بہرہ اندوز ہوں۔ جو حضرت امام کے قدوم سے وابستہ ہے۔ اس طرح پر یہ افتتاح مسجد کی تقریب ایک عظیم الشان جلسے کی صورت اختیار کر گئی۔ جس کے لئے باقاعدہ پروگرام تیار کیا گیا۔

(۳)

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا سٹاف قادیان سے ۶؍اپریل کو بعد دوپہر روانہ ہو گیا اور حضور خود ۷؍اپریل کی صبح کو بذریعہ موٹر لاہور پہونچے۔ جہاں سے آپ اور آپ کا سٹاف بذریعہ ریل روانہ ہوا۔ اس سفر میں لاہور پہنچنے تک اس قدر جماعت جمع ہوگئی کہ ریلوے اتھارٹیز نے لائل پور تک دو مخصوص گاڑیاں جماعت کے افراد کے لئے زائد لگا دیں تاکہ آسانی ہو اور اس طرح پر یہ قافلہ جو لائل پور پہونچنے تک کئی سو افراد تک پہونچ گیا تھا ایک بجے کے قریب لائل پور پہنچا۔

(۴)

لائل پور کے ریلوے اسٹیشن اور شہر نے اس سے پہلے شاید ایسا شاندار منظر نہ دیکھا ہو۔ پلیٹ فارم اور سٹیشن کے باہر دو رویہ انسانوں کا ایک بحر ذخار تھا۔ جن میں احمدی جماعت کے علاوہ ہر مذہب و ملت اور ہر طبقہ کے لوگ شریک تھے یہ سب حضرت کے استقبال اور زیارت کے لئے موجود تھے۔ لوگوں کے چہروں پر مسرت و اطمینان کا اظہار ہوتا تھا — پلیٹ فارم پر حضرت کو بکثرت پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔ اور اس قدر گل افشانی ہوئی کہ پلیٹ فارم پر پھول ہی پھول نظر آتے تھے۔ لوگوں میں آپ کی زیارت کا اسقدر جوش تھا کہ راستہ چلنا اور باہر نکلنا مشکل ہو گیا۔ باوجودیکہ انتظام نہایت ہی عمدہ تھا۔ مگر والنٹیر اور ناظمان استقبال پبلک کے جذبات کے عملی اظہار کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ اس قسم کا جوش میں نے حضرت **مسیح موعود** علیہ السلام کے **سفر جہلم** میں دیکھا تھا کہ بعض مقامات پر آدمیوں کے کچلے جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا تھا۔ اس موقعہ پر بھی ہجوم اس قدر تھا کہ اگر ناظمان استقبال اور پولیس کا شاندار انتظام نہ ہوتا تو کچھ عجب نہ تھا کہ محبت و اخلاص کے انتہائی نتائج میں بعض لوگ کچلے جاتے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحم سے اس شاندار اجتماع میں ہر قسم کے امن کی نعمت سے متمتع فرمایا آپ کی موٹر کے آگے والنٹیرز اپنے جھنڈے لئے ہوئے اور اپنی خوشنما وردیوں میں ملبوس ایک رقت بخش منظر پیش کرتے تھے۔ اور ساری فضا سے مسرت کی لہر اٹھتی تھی۔ اور گویا ہر طرف سے

اھلاً وسھلاً و مرحبا

کی آوازیں آتی تھیں۔ تکبیر کے نعرے اور **محمود زندہ باد** کی صدائیں قلوب میں ایک وجد کی کیفیت پیدا کرتی تھیں۔

(۵)

یہ تمام منظر میرے لئے ایک عجیب قسم کا مرقع تھا۔ اور ان لوگوں کے لئے بھی جو اس جلسہ کی مخالفت کے حالات سے واقف تھے۔ متواتر کئی دن پیشتر شہر میں جلسے ہوتے رہے۔ اور سلسلہ کے خلاف خطرناک پروپیگنڈا کیا گیا۔ پیر جماعت علی شاہ جیسے لوگوں نے آ کر لوگوں کو اس جلسہ میں شامل ہونے سے روکا۔ اور ڈرایا گیا کہ نکاح فسخ ہو جاویں گے۔ اور اس علاقہ میں بھی ظفر علی خاں اور اس کے رفقائے کار نے پورا زور لگایا کہ لوگ اس جلسہ میں شریک نہ ہوں۔ مگر خدا کی قدرت نے اپنی **تجلی** کا نمونہ دکھایا۔ اور ان تمام مخالفتوں کے باوجود

اپنے بندے کی قبولیت کو ظاہر کر دیا

اور اس طرح پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس **وحی** کا پھر ایک نظارہ دیکھا گیا۔ جو خدا تعالیٰ نے آپ پر کی تھی۔ جس کا مفہوم یہ ہے:-

خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور نشان ہوتے ہیں۔

یہ قبولیت سلسلہ احمدیہ کی **صداقت** کا ایک نشان تھی۔ اور دیکھنے والوں کے لئے باعث ازدیاد ایمان۔

(۶)

حضرت **خلیفۃ المسیح** ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور آپ کے سٹاف کو شیخ عبدالرزاق صاحب بیرسٹر کی کوٹھی پر ٹھیرایا گیا تھا۔ شیخ صاحب نے اس موقعہ پر **مہمان نوازی** کا جو نمونہ دکھایا ہے۔ وہ صد ہزار تحسین کے قابل اور واجب التقلید ہے۔ آپ بنفس نفیس اور آپ کے گھر والے اور ملازم سب کے سب ہر وقت مہمانوں کی خدمت میں کمربستہ تھے۔ شیخ صاحب کی اس مہمان نوازی کا اثر ہر شخص کے دل پر ہے۔ وہ خود آرام کے خوگر اور ناز و نعمت میں پلے ہوئے۔ مگر اس موقعہ پر معمولی سی معمولی خدمت کو بھی انشراح صدر سے بجا لاتے تھے۔ یہ ان کے ایمان اور اخلاص کا ثمرہ تھا۔ باقی احباب کے لئے ذیل گھر اور ڈسٹرکٹ انجنیر کی کوٹھی میں انتظام کیا گیا تھا۔ تمام انتظام نہایت مکمل اور قابل تعریف تھا۔ تمام انتظام قادیان کے سالانہ جلسہ کی انتظامی سکیم پر کیا گیا تھا مختلف محکمے تقسیم کار کے اصول پر بنا دئے گئے تھے۔ اور صیغہ کا ایک ناظم تھا۔ اس کے ماتحت مناسب تعداد والنٹیروں کی تھی۔ جن میں رات دن کا کام کرنا پڑتا تھا۔ اور ہر وقت باوجود بے حد مصروفیت کے وہ تازہ دم نظر آتے تھے۔ اور اسی جوش سے کام کر رہے تھے۔ یہ قوت اور یہ جوش ایمانی قوت سے پیدا ہوا تھا۔ جس کو کوئی چیز کم نہیں کر سکتی۔

(۷)

جلسہ گاہ میونسپل باغات میں تجویز کیا گیا تھا۔ جس کو سائبانوں اور قناعتوں سے محدود کر دیا گیا تھا۔ اور ایک بلند سٹیج ایک طرف بنا دیا گیا تھا۔ جس کا داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا۔ مخالفین نے اس جگہ کے حاصل کرنے اور سائبانوں کے حصول میں مختلف قسم کی روکیں پیدا کرنی چاہیں۔ مگر میونسپل کمیٹی کے **واجب الاحترام ہندو صدر** نے جس **فراخدلی** جرأت اور اپنی قوت فیصلہ کا نمونہ دکھایا وہ **لائل پور** کی تاریخ میں اور سلسلہ کی تاریخ میں یادگار رہے گا۔ وہ اس **مخالفت** سے ناواقف نہ تھا جو سلسلہ کی ہو رہی تھی۔ اور جو طوفان بے تمیزی خاص لائل پور میں برپا تھا۔ مگر اس نے لائل پور کی میونسپلٹی کے صدر کی حیثیت سے ثابت کر دیا کہ پبلک کے ہر حصہ کو فائدہ اٹھانے کا یکساں حق ہے۔

مخالف فریق نے بعض اور بھی نازیبا حرکات کیں **احمدیوں کے لئے پانی بند کر دیا گیا**۔ اور سقوں کو منع کر دیا کہ جلسہ کی ضروریات کے لئے پانی نہ دیں۔ مگر **لائق صدر** نے یہاں بھی اپنی **بے تعصبی** اور **مہمان نوازی** کا ایک نمونہ دکھایا۔ اور خود میونسپلٹی کی طرف سے پانی مہیا کرنے کا انتظام کر دیا۔

لائل پور کے میونسپلٹی کے صدر نے جو نمونہ اپنے اخلاق کا دکھایا ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ ہر جگہ کی کمیٹیاں اس سے فائدہ اٹھائیں۔

(باقی آئندہ)

لفٹ

میں چند سطروں میں جلسے کے حالات دے سکتا تھا مگر یہ

تاریخی جلسہ ہے

اس لئے کسی قدر شرح و لبسط سے لکھنا چاہتا ہوں تاکہ کوئی ضروری بات رہ نہ جاوے۔

(عرفانی)

الحکم کی اشاعت بڑھانا آپ کا قومی فرض ہے

(منیجر)

وصیتیں

۳۹۱۵ منکہ نور محمد ولد اللہ دتہ ساکن چک ۲۷۵ گ ب تارپور ڈاکخانہ خاص تحصیل و ضلع لائل پور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱/۳۴ ۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں کہ میری اسوقت غیر منقولہ جائیداد کوئی نہیں ہے۔ میری ماہوار آمد دس روپیہ ہے۔ میں اس آمد کا ۱/۱۰ حصہ ماہوار بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اگر میری آمد بڑھ جائے تو اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ ادا کرتا رہونگا اگر میرے مرنے سے پہلے کوئی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ پیدا ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ پر یہ وصیت حاوی ہوگی۔ اگر میرے مرنے کے بعد کوئی جائیداد پیدا یا ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ پر میری یہ وصیت حاوی ہوگی۔ اگر میں اس نئی پیدا شدہ جائیداد میں سے کوئی حصہ یا رقم اپنی زندگی میں ادا کر سکے فوت ہو جاؤں تو یہ اس میں منہا سمجھی جائے گی۔

العبد:- موصی نور محمد ولد اللہ دتہ بھٹی زنگر ز چک ۲۷۵ گ ب
گواہ شد:- سید محمد طفیل شاہ صاحب سکرٹری وصایا ہیچر ہائی سکول گوجرہ ضلع لائل پور بقلم خود
گواہ شد:- سردار احمد خان بی اے امیدوار ضلعدار نہر گوجرہ ضلع لائل پور

۴۰۸۵ :- منکہ مسماۃ زہرہ زوجہ مولوی ظہور حسین مبلغ قوم راجپوت عمر ۱۸ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ خاص تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۲/۳۴ ۵ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری اسوقت موجودہ جائیداد ۸ تولہ کا طلائی زیور ہے اور ۔/۵۵۰ روپیہ مہر جو کہ میرے خاوند کے ذمہ ہے۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ علاوہ ازیں میری وفات کے وقت جو جائیداد ثابت ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ جو رقم میں اپنی زندگی میں داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ مذکور کر دوں تو وہ حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائیگی۔

العبد فاطمہ زہرہ اہلیہ مولوی ظہور حسین مبلغ
گواہ شد:- ظہور حسین مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان
گواہ شد:- عطاء محمد محرر دعوۃ و تبلیغ ۱۲/۳۴ ۵

۴۰۵۹ منکہ مسماۃ سیارہ حکمت بنت جمیل بک دمشقی زوجہ سید زین العابدین ولی اللہ شاہ قوم سید عمر ۴۲ سال تاریخ بیعت جنوری ۱۹۲۶ء ساکن قادیان ڈاکخانہ خاص تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱/۳۴ ۲۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میرے ایک ہزار روپیہ مہر سے تین صد ادا کرنے کا ذمہ میرے شوہر کا ہے۔ اور نیز میری وفات پر جو بھی میری متروکہ جائیداد ثابت ہو۔ اس کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اس کے سوائے میرے پاس اسوقت نہ کوئی جائیداد ہے۔ نہ کوئی زیور۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ میں اسکے علاوہ ماہوار چندہ بھی حسب توفیق ادا کروں گی اللہ تعالیٰ میری وصیت قبول فرمائے بقلم سیارہ حکمت ۱/۳۴ ۲۲ گواہ شد سید زین العابدین ولی اللہ شاہ ناظر دعوۃ و تبلیغ

گواہ شد:- سید رشید ولد سید لال شاہ قادیان ۱/۳۴ ۲۲

۴۰۶۲ منکہ عبد العزیز زوجہ قاضی محمد امین قوم کھوکھر احمدی عمر ۲۲ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ خاص تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۱/۳۴ ۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:-

میری اسوقت حسب ذیل جائیداد ہے مہر مبلغ ۔/۵۰۰ روپیہ زیور قیمتی ۔/۵۰ روپیہ کل مبلغ ۔/۵۵۰ روپیہ۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں اس کے علاوہ اگر کوئی اور جائیداد بوقت وفات میری ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ مہر میں نے ابھی تک وصول نہیں کیا۔ بلکہ میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے

العبد امۃ العزیز بقلم خود ۱۱/۳۴ ۱
گواہ شد محمد امین بقلم خود کلرک ریویو آف ریلیجنز انگریزی ۱۱/۳۴ ۱
گواہ شد غلام یسین بقلم خود قادیان ۱۱/۳۴ ۱

۳۸۰۶ منکہ شیخ محمد منشی ولد شیخ محمد بخش قوم خوجہ پیشہ تجارت دوکان پرچون عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۰ء ساکن ٹرپٹی ڈاکخانہ ٹرپٹی براستہ جنڈیالہ تحصیل و ضلع امرتسر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱/۳۴ ۱۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت حسب ذیل جائیداد ہے نقد ایک سو روپیہ اور مختلف سامان سودا دکان جس کی قیمت ماف ۱۵۰ روپیہ ہے۔ لیکن میرا گزارہ صرف اس جائیداد پر نہیں ہے بلکہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ اسوقت مبلغ عہ روپیہ ماہوار ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں کہ جو جائیداد میری بوقت وفات ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کروں تو اسقدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائے گا۔ فقط ۱۱ر اکتوبر ۱۹۳۲ء

العبد:- شیخ محمد منشی ولد شیخ محمد بخش خوجہ
گواہ شد خداداد نمبردار ٹرپٹی بقلم خود
گواہ شد حکیم محمد فیروز الدین قریشی انسپکٹر بیت المال بقلم خود

۴۰۹۷ منکہ مسماۃ انور بیگم زوجہ مولوی محمد یعقوب صاحب جیلانی فاضل قوم مغل برلاس عمر ۲۴ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان دارالامان ڈاکخانہ خاص تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱/۳۴ ۷ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائیداد ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے:- حق مہر مبلغ ایک ہزار روپیہ جو ابھی میرے شوہر کے ذمہ واجب الادا ہے۔ زیورات طلائی مالیتی چھ سو روپیہ

العبد:- انور بیگم موصیہ مورخہ ۷ جنوری ۱۹۳۴ء
گواہ شد:- مرزا محمد اشرف والد موصیہ ۱/۳۴ ۷
گواہ شد:- محمد یعقوب مولوی فاضل شوہر موصیہ معاون مدیر الفضل ۱/۳۴ ۷

۴۱۰۵ منکہ عبد اللہ ولد مستری نور احمد قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر تقریباً ۴۷ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۴ء ساکن شاہ آباد۔ ڈاکخانہ خاص تحصیل کتھائیر ضلع کرنال بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱/۳۴ ۱۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اسوقت حسب ذیل جائیداد ہے۔ ایک مکان اور تین کنال زمین واقعہ محلہ دارالبرکات قادیان جس کی قیمت تقریباً ۸۰۰۰ (آٹھ ہزار روپیہ) ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ انشاء اللہ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں کہ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کروں تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائے گا۔ فقط العبد محمد عبد اللہ بقلم خود وصیت کردہ

گواہ شد عبد المجید خان سول ہسپتال کوئٹہ گواہ شد احمد خان کلرک آرسنل کوئٹہ۔

۴۱۰۴ منکہ منشی مولا بخش ولد مولوی بوٹے خان قوم شیخ عمر ۶۷ سال تاریخ بیعت ۱۸۹۱ء ساکن جھجوال ڈاکخانہ رومی تحصیل جگراؤں ضلع لدھیانہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۲/۳۴ ۱۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:-

میری جائیداد ایک مکان قیمتاً ۔/۳۰۰ روپیہ جو واقعہ موضع جھجوال ضلع لدھیانہ کا دسواں حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اور نقد ادا کر دیتا ہوں۔ اگر کوئی اور جائیداد میرے مرنے کے بعد ثابت ہو تو اس کے دسویں حصہ کا بھی صدر انجمن احمدیہ وصیت کرتا ہوں

العبد مولا بخش حال وارد قادیان محلہ دارالرحمت بر مکان مولوی نور محمد اور سیر نہر۔ گواہ شد نور محمد اور سیر نہر بھتیجا وصیت کنندہ حال وارد قادیان محلہ دارالرحمت گواہ شد عبد العزیز پوتا وصیت کنندہ حال وارد قادیان محلہ دارالرحمت

۴۱۱۵ منکہ محمد رشید خان ولد میاں خدا بخش مرحوم قوم افغان مہمند پیشہ ملازمت عمر قریباً ۴۸ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۶ء ساکن قادیان ڈاکخانہ خاص تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۲/۳۴ ۳۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت حسب ذیل جائیداد ہے ایک مکان پختہ واقعہ دارالرحمت قادیان جس کی قیمت تخمیناً نو سو روپیہ ہے۔ لیکن میرا گزارہ صرف اس جائیداد پر نہیں بلکہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ اسوقت ۹۵ روپیہ ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کی طور پر داخل یا خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کروں تو اسقدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا (نوٹ) مندرجہ بالا جائیداد کے علاوہ میرا کسیری دیہاری اور بونس بھی شامل ہے۔ جو تخمیناً اسوقت چھ ہزار ہے۔ اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ فقط مورخہ ۱۲/۳۴ ۳۰ العبد بقلم خود محمد رشید خان اسٹیشن ماسٹر ریلوے اسٹیشن جھیلا ضلع کیمل پور ۲۲۳

۴۴۳ گواہ شد صاحب طیب احمدی بقلم خود ۱۲/۳۴ ۲۱ گواہ شد:- شیخ محمد احمدی غزنوی ثم قادیانی۔

۲۶ مئی ۱۹۳۴ء کو

الحکم کا خاص نمبر

شائع ہوگا

۲۶ مئی کی تاریخ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں ایک یوم انقلاب ہے جبکہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی نے خدا کی وحی کے مطابق رفع الی اللہ کا مقام پایا۔ ایسی عظیم الشان ہستیوں کی زندگی کے ایسے انقلابی ایام الٰہی جماعتوں اور سلسلوں میں زندگی اور کامیابی کی روح پیدا کر دیا کرتے ہیں۔ اس مقصد کو مدنظر رکھ کر میں الحکم کا خاص نمبر شائع کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ اس کی ۵ ہزار کاپیوں کی اشاعت کا انتظام قبل از وقت ہو جائے اسکے لئے میں صرف پچاس محبان مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکار رہا ہوں کہ وہ ایک ایک سو کاپی لیکر تقسیم کریں یہ خاص نمبر الحکم کے پورے چالیس صفحے پر شائع ہوگا اول سے آخر تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت سیرت اور کارناموں کا ذکر ہوگا۔ سو کاپی کے خریدار کو ساڑھے بارہ روپے فی سینکڑہ کے حساب سے دیا جائیگا اور ایک کاپی کی قیمت چار آنہ ہوگی۔ میں امید کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص اور فدائی خدام میں سے پچاس ایسے اشخاص اپنے نام دیدینگے جو اس نمبر کی اشاعت کا موجب ہو سکے۔

اگر ۵ ہزار کاپی پوری نہ ہو سکی تو میں نہایت افسوس کے ساتھ اس کی اشاعت کو ملتوی کردوں گا اسلئے اپریل کے آخر تک اس تعداد کو پورا کر دیا جائے۔ میں کام کرنا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ آپ میرے ساتھ تعاون کریں۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہو۔

خاکسار
عرفانی

احباب سے ایک درخواست

الحکم کے قدیم سرپرستوں کو (جو اب تک خدا کے فضل سے زندہ ہیں) الحکم کا پرچہ ارسال ہوا اور مجھے ہر گونہ یقین ہے کہ وہ اس کی سرپرستی میں اپنی مسرت یقین کرینگے۔ اگر وہ کسی وجہ سے خریدار نہ رہنا چاہیں تو اطلاع دیکر ممنون فرمائیں۔ ایسا ہی جن دوسرے احباب کی خدمت میں بغرض تحریک خریداری پرچہ بھیجا جائے اگر وہ خریدار نہ ہونا چاہیں تو واپسی ڈاک اطلاع دیں۔ الحکم کے اس دور میں چاہتا ہوں کہ بقایا کا کوئی حساب نہ ہے میں جذبات آفرین الفاظ میں کوئی اپیل نہیں کرتا۔ صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ الحکم کے احیاء اور بقا کی تحریک میں حصہ لینا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یادگار کو قائم رکھنے کے ثواب و سعادت سے بہرہ اندوز ہونا ہے۔ خاکسار: —— (عرفانی)

حضرت مسیح موعودؑ کے مکتوبات

اپنے دوستوں کے نام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات کی پانچویں جلد اب شائع ہوگئی ہے۔ اس میں حضور کے وہ مکتوبات ہیں جو آپ نے اپنے مخلص احباب اور خدام کو لکھے پہلے نمبر میں حضرت شیخ عبدالرحمان صاحب مدراسی رضی اللہ عنہ کے نام مکتوبات ہیں۔ اور دوسرے نمبر میں حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں (اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہیگا جب تک مکتوبات کا ذخیرہ ختم نہ ہو جائے) اس جلد کے تیسرے نمبر میں چودھری رستم علی خان رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں اور چوتھے نمبر میں حضرت نواب محمد علی خان صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام مکتوب ہیں۔

اس سلسلہ کی ہر نمبر کی قیمت سردست ایک روپیہ ہے۔ لیکن جب خریداروں کی تعداد ایک ہزار پہنچ جائے گی تو قیمت نصف کردیجائیگی۔ تھوڑی جلدیں طبع ہوئی ہیں احباب جلد منگوالیں

مشاہدات عرفانی

یعنی ایڈیٹر الحکم کا سفرنامہ یورپ اور بلاد اسلامیہ

مصنف نے کامل دو سال تک یورپ اور بلاد اسلامیہ کی سیاحت کے بعد اپنے مشاہدات کو کتابی صورت میں شائع کرنا شروع کیا ہے۔ یہ سفرنامہ چار جلدوں میں مکمل ہوگا۔ پہلی جلد شائع ہو چکی ہے۔ یہ سفرنامہ بالکل نئی طرز کا لکھا گیا ہے بلکہ درس اور غور کن دماغ سے کام لے کر ان ملکوں میں آنکھ کے مشاہدات کے لئے چھوڑا ہے۔ اس سفرنامہ کے پڑھنے سے ملکی اور قومی ترقی کے سربستہ اسرار اور قوموں کے عروج و زوال کا پتہ لگے گا کہ قعر مذلت سے نکلکر بام رفعت پر کیونکر پہنچ سکتے ہیں؟ اس کا جواب ہوگا۔ ہر مقام و شہر جہاں مصنف گیا ہے معمولی نظر سے نہیں بلکہ شوق افزا صورت میں واقعات اور تاریخ کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں مسلمانوں میں قومی زندگی اور ملی روح کے نشو و نما کے لئے اس سفرنامہ کو ضرور پڑھنا چاہیے۔ قیمت جلد اول ۱۲؍ علاوہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ

مینجر الحکم قادیان

ضلع گورداسپور
(پنجاب)

(... الحکم ... قادیان ... سے شائع ہوا)